باسمہٖ تعالیٰ

شمارہ نمبر: 2

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾

جولائی 2022ء

شادباش وشادزی اے سرزمینِ دیوبند ۞ ہند میں تونے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

ناشر: نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

واٹس ایپ نمبر: 03428970409

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | عقیدہ حیات النبی ﷺ زندہ باد

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلّہ راہِ ہدایت پشاور

فہرست

نوٹ: رسالہ صرف PDF میں دستیاب ہوگا

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

کچھ باتیں قارئین کی خدمت میں

الحمدللہ مجلہ راہِ ہدایت کا پہلا شمارہ آپ حضرات کی خوب محنت اور اخلاص کی وجہ سے اہل علم کے ہاں کافی مقبول ہوا۔ کئی اہل علم حضرات نے خوشی کا اظہار فرمایا اور مختلف تبصرے ارسال فرمائے فجزاھم اللہ خیراً واحسن الجزاء۔چونکہ سوشل میڈیا کادور ہے تو ہمارا مجلہ الحمدللہ بیرون ممالک میں بھی کئی اہل علم کے پاس پہنچ گیا اور مطالعہ کرنے کے بعد ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔ یہ سب آپ حضرات کی محنت کا نتیجہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ مجلّہ کی ایک خصوصیت جس کا اظہار ہم نے پہلے شمارے میں بھی کیا ہے کہ ہماری محنت کا دائرہ کار عقائد و نظریات اور مسلک حق کی پاسبانی کرنا ہے۔ لہٰذا تمام قارئین اور مضمون نگار حضرات اس پر زیادہ توجہ دیں۔ مسلک دیوبند کے ساتھ منہج اکابر بھی ضروری ہے ۔ہم اہل الحاد کی طرح نئی تشریحات کرنے کے قائل نہیں ہیں بلکہ ہمارے اکابرین علمائے احناف دیوبند نے مجموعی طور پر دین اسلام اور عقائد کی جو تشریح فرمائی ہے وہی حق و سچ ہے اور اسی کے ہم آگے ناقلین بنیں۔ اسی میں ہماری بھلائی ہے۔لہٰذا جتنے ساتھی بھی لکھتے ہیں وہ مسلک کے ساتھ منہج کا بھی انتہائی خیال رکھا کریں۔

اکابر اربعہ امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، امین ملت علامہ محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ ، قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ اور بحرالعلوم حجۃ الاسلام علامہ خالد محمود رحمہ اللہ کے مسلک دیوبند کے لئے جو خدمات ہیں ان حضرات کے کتب و اقوال اور منہج کو سامنے رکھ کر احقاق حق و ابطال باطل کافریضہ اپنانے کی کوشش کریں۔

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رح سابق شیخ الحدیث کہروڑ پکا ملتان کا قول ان کی خطبات میں پڑھا تھا کہ

> " اگر اجمالی ایمان معتبر ہے تو میرے عقائد و نظریات وہی ہیں جو امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کا ہے "

تو جب اتنے بڑے بڑے شخصیات کے لئے عقائد ونظریات میں یہی اکابر مرجع ہیں تو ما و شما کی کیا حیثیت ہے۔ لہٰذا ان حضرات کی تشریحات کو مرجع بنایا جائے اور ان حضرات کی کتب کے مطالعہ کی برکت سے ان شاءاللہ قوۃِ استدلال کی ملکہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

تیسری بات جو انتہائی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مجلہ ہر آنے والے انگریزی یکم تاریخ کو ہم نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا جن حضرات کے ذمہ مضامین لکھنے ہوتے ہیں وہ اپنے مضامین بیس تاریخ تک ارسال کیا

کریں۔ کیونکہ آپ کے مضامین کئی مراحل سے گزرتے ہیں۔ ان کو ترتیب دینا پڑتا ہے اس کے بعد نظر ثانی کی جاتی ہے۔

چوتھی بات اپنے مضامین ٹیکس میسج کی صورت میں بھیجا کریں کیونکہ ہمارے مجلہ کی ساری ترتیب موبائل کے ذریعے کی جاتی ہے فی الحال ہمارے ہاں کمپیوٹر اور لیپ ٹاپ کی ترتیب نہیں ہیں۔

مضامین آپ حضرات جناب طاہر گل دیوبندی صاحب یا بندہ عاجز کے واٹس ایپ نمبر پر بھیج سکتے ہیں۔

آخر میں گزارش ہے کہ مجلّہ جب آپ حضرات کے ہاں پہنچ جائے تو اسے اپنے فیس بک اکاونٹ، واٹسپ گروپس ، اور سوشل میڈیا کے دیگر ذرائع سے عام کرکے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ مجلّہ کے متعلق آپ حضرات کو جوں جوں تبصرے موصول ہو تو مدیر یا نائب مدیر کے نمبرپر ارسال کرلیا کریں تاکہ آئندہ ہم اہل علم حضرات کے یہ تائیدی تبصرے مستقل مضمون کی شکل میں شائع کریں تاکہ ان حضرات کی سرپرستی ہمارے لیے سند کا کام دیں۔**وفقکم اللہ لما یحب ویرضی**۔

الشیخ مفتی محمد ندیم محمودی صاحب
ماخوذ از دروسِ مناظرہ

مرزا قادیانی کے باطل عقائد و نظریات کا قرآن و حدیث سے محقق، مدلل اور مختصر جوابات

قادیانیوں کا پہلا عقیدہ اور اس کا رد

مرزا غلام قادیانی کا دعوی ہے کہ نبی آخر الزمان میں ہوں۔ (ایک غلط فہمی کا ازالہ صفحہ 8)
جواب: جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جناب نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی ماننا یہ دائرہ اسلام سے خروج ہے یہ بات آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور اس پر تمام مسلمان متفق ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر قرآنی شہادت

ما کان محمد أبا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین وکان اللہ بکل شیء علیما۔ (الاحزاب 40)
ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم باپ نہیں کسی کے تمھارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر ہے سب نبیوں پر اور ہے اللہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔

اس آیت کی تفصیل گزر چکی ہے جو ختم نبوت کی واضح ثبوت ہے۔
اور احادیث مبارکہ بھی گزر چکی ہے تفصیل اس میں موجود ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر صراحتاً دلالت کرتا ہے اور واضح ثبوت ہے۔

قادیانیوں کا دوسرا عقیدہ اور اس کا رد

2 ۔ مرزا غلام قادیانی پر وحی بارش کی طرح نازل ہوتی تھی وحی کبھی عربی میں اور کبھی دوسری زبانوں میں ہوتی تھی۔(حقیقۃ الوحی 1/ 17 وغیرہ)
جواب : نبوت کا دروازہ بند ہے تو وحی لامحالہ بند ہوگی جب نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے یہ کیسے ممکن ہے ہے کہ وحی تو نازل ہو اور نبی نہ ہو۔ یہی بات قرآن و حدیث سے ثابت ہے مثلاً قرآن میں ہے :

ولقد أوحی الیك والی الذین من قبلك لئن أشركت لیحبطن عملك ولتكونن من الخاسرین (الزمر 65)

ترجمہ: آپ کی طرف اور آپ سے پہلے بھی اس قدر انبیاء آئے سب کی طرف وحی کی گئ اگر تم بھی شرک کرو تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے۔

اس آیت میں (من قبلك) کے بعد من بعدك نہیں آیا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کو ئی نیا نبی نہیں اٗئے گا اس لئے من بعدك کا جملہ نہیں آیا۔

قادیانیوں کا تیسرا عقیدہ اور اس کا رد

مرزا غلام قادیانی کی تعلیم اب تمام انسانوں کے لئے نجات ہیں (اربعین ص 180)
جواب : نجات کا دارومدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں ہے نہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات میں ۔ قرآن کے ہوتے ہوئے تورات زبور انجیل کی تعلیم پر عمل جائز نہیں ہے حالانکہ ہم مانتے ہیں ان کتابوں کو لیکن نجات نار اور دخول جنت کا اب صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اتری ہوئی شریعت مطہرہ اور یہی بات قرآن و حدیث سے ثابت ہے مثلاً :

1۔ وما ھو الا ذکر للعلمین (القلم 52)
ترجمہ: اور نہیں یہ قرآن مگر تمام عالم والوں کے لئے نصیحت۔
2۔ تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (الفرقان: 1)۔
ترجمہ: برکتوں والی ہے وہ ذات جس نے آپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر قرآن نازل کیا تا کہ تمام جہان والوں کے لئے ڈرانے والے ہو جائے ۔
3۔ وان تطیعوہ تھتدوا (النور 54)
اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروگے تو بس ہدایت پاؤگے۔

اسی طرح قرآن کی متعدد آیتوں میں اس عقیدہ کا بطلان اور رد موجود ہے تفصیل گزر چکی ہے۔

قادیانیوں کا چوتھا عقیدہ اور اس کا رد

جو مرزا قادیانی کی نبوت نہ مانے وہ جہنمی ہے کافر ہے۔ (حقیقتہ النبوۃ صفحہ 282 فتاوی احمدیہ صفحہ 381)
جواب : پوری امت اس عقیدہ پر متفق چلی آرہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا کوئی نہیں شریعت یا کوئی نیا نبی نہیں آئے گا تو اب اس پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ مرزا قادیانی نبی نہیں ہے۔ جب نبی

نہیں تو اس نبوت کو تسلیم کرنا کیسے ممکن ہے، بلکہ اس کی کوئی نبوت کو ماننا یہی دخول جہنم کا ذریعہ ہے۔اس ملعون قادیانی نے روحانی خزائن اور اپنے دیگر کتب میں لکھا ہے کہ جو مجھے نبی تسلیم نہ کریں وہ زنا کا پیدا وار ہے اور کنجریوں کا پیدا وار اور جہنمی ہے۔ (لعنت اللہ علیہ)

قادیانیوں کا پانچواں عقیدہ

مرزا غلام قادیانی کے معجزات کی تعداد دس لاکھ (1000000) ہے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد تین ھزار (3000) ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ نمبر 136)
جواب: علماء اہلسنّت والجماعۃ فرماتے ہیں کہ یہ بات عقائد میں ہے کہ معجزہ خصائص نبوت میں سے ہے اور نبوت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو چکی ہے لھذا اب اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کریگا تو وہ کافر ہوگا۔

فائدہ: نبوت ختم ہو چکی ہے ایک مثال سے وضاحت

بوتل پر جب ڈھکن بند ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب اس بوتل کے اندر جو پانی ہے یہ باہر نہیں آئے گا اور کوئی پانی اس کے اندر داخل نہیں ہوگا، تو نہ کوئی نبی نبوت سے خارج ہوگا اور نہ کوئی نیا نبی نبوت میں داخل ہوگا اور معجزات بھی نبوت کے ساتھ خاص ہے تو جب نبوت باقی نہ رہی تو معجزات کا تصور بھی محال ہے اور جو معجزہ کا دعویٰ کرے گا وہ ختم نبوت کی وجہ سے خود کو دائرہ اسلام سے خارج کرے گا۔

قادیانیوں کا چھٹا عقیدہ اور اس کا رد

مرزا قادیانی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر شان والے ہیں(قول فصل صفحہ 6 اربعین صفحہ 103)
جواب : ہمارہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نبوت میں کوئی آگے نہیں اور نہ ہی درجات میں آگے ہو سکتا ہے قرآن میں فرمایا گیا (لتؤمنن بہ ولتنصرنہ) کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا گیا کہ اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کو پاؤ تو اس پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت بھی کرنا۔
فائدہ : اللہ نے انبیاء کو مخاطب کر کے فرمایا آپ میرے حبیب پر ایمان لانا اگر ان کے زمانے کو پا لیا اور ان کی نصرت بھی کرنا۔ تو قادیانی کی کیا حیثیت ہے۔

قادیانیوں کا ساتواں عقیدہ اور اس کا رد

مرزا قادیانی بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہے۔

جواب : اس عقیدے کے بارے میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ کوئی امتی جیسا بھی ہو نبی سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا اور جب یہ بات مسلم ہے تو غلام قادیانی تو نبی نہیں تھا، وہ تو ولی بھی نہیں تھا پھر یہ انبیاء علیہم السلام سے افضل کیسے ہو سکتا ہے (خود مرزا اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ غیر نبی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا)(تریاق القلوب حقیقۃ النبوۃ صفحہ 15)

قادیانیوں کا اٹھواں عقیدہ اور اس کا رد

مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیگر انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے بارے میں تحقیر آمیز جملے استعمال کئے ہیں۔

جواب : اہلسنت والجماعت فرماتے ہیں کہ نبی کی تعظیم و تکریم کا حکم اللہ کی طرف سے ہے اس کا انکار کرنا کفر ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتا ہے

1 : لتؤمنوا باللہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ و تسبحوہ بکرۃ و اصیلا (الفتح 9)

ترجمہ : اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور رسول کی عزت اور وقار کرو۔

2 : لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض (الحجرات 2)

ترجمہ : اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند مت کرو اور ایسی بلند آواز سے بات مت کرو جیسا کہ آپس میں کرتے ہو ۔

3: قل أباللہ وأیاتہ ورسولہ کنتم تستھزئون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (التوبہ آیت 66.65)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیت اور اس کے رسولوں کے ساتھ استہزاء کرتے تھے اب عزر مت بناؤ تم کو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا احادیث سے ثبوت

وعن مجاهد رحمه الله قال اتى عمر برجل سب نبيا صلى الله عليه وسلم فقتله ثم قال عمر رضى الله عنه من سب نبيا فاقتلوه (الصارم المسلول لابن تيميه صفحه 190)

ترجمہ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا جو شخص اللہ تعالی کو یا کسی نبی کو گالی دے اس کو قتل کرو۔

فائدہ:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت للعالمین ہے سارے جہانوں کے لئے لیکن دو قسم کے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سزا کا حکم دیا اور صحابہ نے بھی دیا اور عملی اعتبار سے امت کے لئے تاریخ رقم کی کہ جو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے عزتی اور تحقیر کرے گا اس شخص کی سزا قتل ہے وہ دو قسم کے لوگ یہ ہیں۔

1 : آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر حملہ کرنے والے سے بھی صحابہ نے قتال کیا جیسا کہ جنگ یمامہ میں میں مسلمہ کذاب کو قتل کیا اس طرح فیروز دیلمی نے اسود عنسی کو قتل کیا۔ ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ ہمارہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو جو کوئی دعویٰ کرے گا نبوت کا اس کا علاج قتل و قتال کے سوا کچھ بھی نہیں۔

2: وہ شخص جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی گالیوں کے ذریعہ کریں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے تو اس شخص کے لئے سزائے موت کا حکم ہے ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عملی شکست دے کرامت کے لئے بعد کے آنے والے شاتم رسول جتنے بھی ہو ایک قانون رقم کیا کہ جو نبی کو گالیاں دے اس کو قتل کرو اور جو صحابہؓ کو گالیاں دے اس کو گرفتار کرکے کوڑے لگاؤ (نبی کا فرمان ہے)۔

پاکستان میں 295C اور B 295 کا نفاذ

ایسا نظام، ایک اسلامی معاشرے میں ملک و ملت کے لئے ضروری ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی پر یا صحابہؓ کی گستاخی پر قانون سازی ہو اور وہ قانون سازی جو صحابہؓ نے اپنے معاشرے میں قائم کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی پر قتل اور صحابہؓ کی گستاخی پر گرفتار ہو۔ لیکن صد افسوس کہ پاکستان میں شور ہے گستاخ رسولﷺ یا گستاخ صحابہ کے بارے میں لیکن زور نہیں صرف نام سے 295B _ 295C ہے لیکن عمل نہیں ہے ۔
جہاں عیسائیوں اور یہودیوں کے امراء کے بارے میں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کی گستاخی سرعام کی جاتی ہے۔ دیکھئے محرم کے مہینے میں شیعہ جلوس کرتے ہیں تو صحابہؓ کرام کی گستاخی اس جلسے کی ضروریات میں سے ہوتی ہے لیکن صد افسوس حکومت اس قانون کو نظر انداز کرتی ہے کہ
من سب نبی فاقتلوہ و من سب اصحابی فاجلدوہ
ترجمہ: کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرے اسے قتل کرو اور جو میرے صحابہ کی گستاخی کرے اس کو (گرفتار کرکے) کوڑے لگاؤ۔
یقین کریں کہ اس ملک سے انتشار اس طریقے سے ختم ہو گا ان لوگوں کے یہ ارادے خاک میں مل جائیں گے کہ یہ مذہب اور یہ ملک عزیز ٹکڑے ہو جائے اور ہمارا تسلط پھر سے آجائے۔

قادیانیوں کا نواں عقیدہ اور اس کا رد

قرآن کی بیس سے زائد آیات میں اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کیا مگر مرزا غلام قادیانی نے کہا کہ ان آیات کا مخاطب میں ہوں (دافع البلاء صفحہ: 31 / اعجاز احمدی صفحہ 11 / 291)

جواب : اس عقیدے کی مذمت قرآن میں اس طرح کی گئی ہے

الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق و کنتم عن أیاتہ تستکبرون (سورۃ الانعام آیت 93)

ترجمہ: آج قیامت کے دن سخت ذلت کا عذاب تم کو دیا جائے گا بسبب اس کے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولتے تھے اور اللہ کی آیتوں کا مزاق اڑاتے تھے

اس طرح حدیث میں ہے

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن نبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال فی القرآن برأیہ فلیتوا مقعدہ من النار (ترمزی جلد دوم صفحہ 19 کذا فی المشکاۃ صفحہ 419)

ترجعہ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن میں آپنے طرف سے کچھ کہا تو وہ جہنم اپنا ٹھکانہ بنالے۔

اس پر امت کا اجماع ہے جس کو قاضی عیاض رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کذلك وقع الاجماع علی تکفیر من دافع نص الکتاب۔

فائدہ:

قرآن کی تفسیر وہی معتبر ہوگی جو مخبر صادق صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کی یا صحابہ نے کی ہو، ورنہ خدا نخواستہ ہر کوئی اٹھے گا اور آیات قرآنی کی مصداق خود کو بتائے گا۔

قادیانیوں کا دسواں عقیدہ اور اس کا رد

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں جھوٹی نکلی (اعجاز احمدی صفحہ 14)

جواب: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نبی جو بھی کہتے ہیں وہ اللہ جل شانہ کے حکم سے کہتے ہیں تو نبی کی پیشین گوئیاں حقیقت میں اللہ تعالی کی پیشنگوئی ہے اور اللہ کیسے جھوٹ بول سکتا ہے یہ عقیدہ بھی قرآن اور حدیث کا صریحاً خلاف ہے مثلاً

1: ویستعجلونك بالعذاب ولن یخلف اللہ وعدہ (سورۃ حج آیت 47)

ترجمہ : آپ سے وہ جلدی عذاب مانگتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے ہر گز خلاف نہیں کرے گا۔

2: ولا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ عزیز ذو انتقام (سورۃ ابراھیم آیت 47)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گمان نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے جو وعدہ کرتا ہے اس کے خلاف کرے گا ضرور اللہ غالب انتقام والا ہے۔

3: ما یبدل القول لدی (سورۃ ق آیت نمبر 29)

ترجمہ : میرے ہاں قول میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی

تلك عشرۃ کاملۃ

مولانا ثناءاللہ صفدر صاحب
قسط: 1

تنظیم فکرولی اللہی کا تعارف

روز اول سے اسلام کے خلاف مختلف شکلوں میں سازشیں ہورہی ہے۔ یہود ونصاریٰ ہو یاروافض ومستشرقین، معتزلہ و مجسمہ ہو یا قادیانی، منکرین تقلید ہو یا منکرین حدیث۔سب کے سب ایڑی چوٹی کا زور لگارہے ہیں کہ اسلام اور اسلامی احکامات کو بازیچہ اطفال بنائیں۔لیکن محافظین اسلام نے ان کو دندان شکن اور مدلل جوابات دیکر ان کی دجل وفریب کو دنیائے جہاں کے سامنے آشکارا کرکے رکھ دیا۔

اب کچھ عرصے سے ایک خطرناک تنظیم **"فکر ولی اللہی"** کے نام سے معرض وجود میں آئی ہے۔جس کی بنیاد پاکستان کے ملتان شہر میں مولانا سعید احمد رائپوری نے 1987 میں رکھی ہے۔اس تنظیم سے وابستہ حضرات اپنی نسبت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کی طرف کرتےہیں۔جی ہاں کسی تحریک کو پروان چڑھانے کیلئے اہم اور کار آمد فارمولا یہی ہے کہ اس کی نسبت معروف شخصیات کی طرف کی جائیں۔

محترم جناب مولانا عمرفاروق صاحب اپنی مشہور زمانہ کتاب "تنظیم فکر ولی اللہی کیاہے؟ "میں لکھتے ہیں کہ:

اس سے انکار نہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور خاص کر مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کے کچھ تفردات،تحقیقات اور ذاتی نقطہ ہائے نظر ہیں، جن کے بارے میں ان کےمایہ نازشاگرد مولانا سعید احمد اکبرآبادی صاحب کو بھی کہنا پڑا کہ:

"شروع میں اس کا اظہار کردینا بھی ضروری ہے کہ ہم خود مولانا (سندھی صاحب) مرحوم کے سب خیالات اور تمام افکار وآراء سے من وعن متفق نہیں"

(عبیداللہ سندھی اور انکے ناقد ص27)

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اکابر کے تفردات کی پوٹ بناکر انہیں تحریکی شکل دینا اور انکی ترویج واشاعت کو اپنا مشن بنانا(خصوصاً جب کہ انکی نسبت بھی متنازع ہو) انتہائی مذموم جسارت ہے کیونکہ اہل علم کے ہاں یہ ایک مسلم امر ہےکہ کسی مسئلہ کے فی نفسہٖ صحیح یا غلط ہونے کا معاملہ الگ ہوتا ہے اور اس کو تحریکی شکل میں پیش کرنے کا معاملہ الگ ہوتا ہے۔

مفسر قرآن مولانا صوفی عبد الحمید سواتی صاحب لکھتے ہیں:

"انصاف کی بات یہ ہےکہ حضرت مولانا سندھی کے بعض افکار شاذ بھی ہیں،بعض مرجوح قسم کے خیالات بھی ہیں اور بعض باتیں ایسی بھی ہیں کہ مولانا ان پر بے جاسختی بھی کرتے تھے بعض باتیں مصلحت کی خاطر بھی ناگزیر خیال کرتے تھے اور بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جن کی نسبت ان کی طرف کرنے میں تلامذہ نے غلطی کی ہے۔"

(عبیداللہ سندھی کے علوم وافکار ص13 بحوالہ تنظیم فکر ولی اللہی کیا ہے ص25 تا ص31)

بہرحال اس تنظیم کے انتہائی خطرناک نظریات و عقائد ہیں۔ جن کی تفصیل بمع حوالہ جات کے آنے والے قسطوں میں عرض کرینگے۔ فی الحال مختصراً ان کے کچھ عقائد بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

تنظیم فکر ولی اللہی کی نظریات

نمبر:1
ذات باری تعالیٰ کے متعلق تمام مسلمانوں کے برخلاف ایک الگ تصور قائم رکھنا۔
نمبر:2
انبیاء اور نبوت کی توھین۔
نمبر:3
جبرئیل علیہ السلام کو بجائے مقرب فرشتے کے ایک نفسیاتی کیفیت سمجھنا۔
نمبر:4
جنت اور جہنم سے انکار کرنا۔
نمبر:5
حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ظہورِ مہدی کے مسلمہ عقیدے سے صریح انکار کرنا۔
نمبر:6
بعض مقامات پہ انکار حدیث کا نظریہ رکھنا۔
نمبر:7
اسلامی قوانین کی تنقیص کرنایعنی فقہ اسلامی کودور جدید میں ناقابل عمل سمجھنا۔
نمبر:8
بے سوچے سمجھے قرآن پڑھنے کو شرک اور بت پرستی سمجھنا۔
نمبر:9
قرآن پاک میں تعزیراتی احکام اور حدود کو مخصوص وقت کیلیے سمجھنا۔
نمبر:10
عقیدہ شفاعت سے انکار۔بلکہ کہتے ہیں کہ عقیدہ شفاعت عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کی نقل ہے۔
نمبر:11
وحی کو پیغمبر کی نفسیاتی قوت اور داخلی استعداد کی پیداوار سمجھنا۔

نمبر:12
افغان جہاد کو ایک ڈرامہ اور طالبان کو امریکی ایجنٹ سمجھنا۔
نمبر:13
پاکستان کے دینی مدارس کے لوگوں کو جاہل اور اسلام کے غلط نمائندے سمجھنا۔
نمبر:14
موجودہ دور کا خانقاہی نظام ایک لعنت سمجھنا۔
نمبر:15
عورتوں کو مردوں کی طرح سرعام باہر پھرنے کی اجازت دینا۔
نمبر:16
کہتے ہیں، جو مذہب عقل کو پیچھے ڈال دے ایسا مذہب خواہ اسلام ہی کے نام سے کیوں نہ ہو وہ واقعی اعصاب زدگی، جزبات کا ہیجان اور بے عقلوں کا مذہب ہوجاتاہے۔
نمبر:17
کہتے ہیں کہ: گنہگار مسلمان جہنم سے نہیں نکلیں گے۔
نمبر:18
مذھب اور خدا کو نہ ماننے والے روسی لادین نہیں ہیں۔
نمبر:19
داڑھی کو فضول اور سوشلزم کو وقت کی ضرورت سمجھنا۔
نمبر:20
ہندوؤں کی تعلیمات کو حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیمات سمجھنا۔

یاد رہے!

اس تنظیم کے افراد اپنے نظریات وعقائد کو چھپاکے رکھتے ہیں موقعہ محل اور مخاطب کو دیکھتے ہوئے اپنے نظریات کا اظہار کرنے لگتے ہیں، ہر جگہ اپنے مخصوص عقائد کا پرچار اس لئے نہیں کرتے تاکہ معاشرے میں رسوائی وبدنامی کا سامنا نہ ہو۔
چنانچہ انکی ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے:

"ایک نظام کے اندر رہ کر اگر کوئی انقلاب کرنا ہے تو ضروری ہوتا ہے کہ اپنے مقاصد کو ابتداء ہی سے اس طرح واشگاف نہ کیاجائے کہ پہلے دن ہی سے مخالفت شروع ہوجائے، میں تمہیں بتادوں کہ میں اپنا ایک منظم فکر اور مفصل پروگرام رکھتا ہوں اور میں نے سالہا سال غور وفکر کرکے اس کی تفصیلات

مرتب کی ہیں۔جب میں ہندوستان واپس آیا تو مجھ سے میرے ساتھی پروگرام پوچھنے لگے، اب اگر میں ان سے اپنی ساری باتیں کہہ دیتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ انہیں سرے سے ناقابل عمل سمجھ کر مجھے ہمت دلانے کے بجائے ناامید کردیتے، میں نے یہ کیاکہ جب بھی مجھے موقعہ ملا،حاضرین کی سمجھ بوجھ کے مطابق ان کو کوئی جزئی بات کہہ دی"

(افادات وملفوظات ص 485)

جی ہاں:

تنظیم فکر ولی اللہی کی یہ تحفظات صرف لکھنے کی حد تک نہیں بلکہ وہ ان اصولوں پر بڑی سختی سے عمل پیرا ہیں، اسی لئے یہ حضرات اپنا لٹریچر مخفی رکھتے ہیں، اپنی مجالس، بیانات اور کلاسوں میں مخصوص افراد کے علاوہ کسی اور کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔
لھذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ انکی محافل اور تنظیم سے اپنے آپ کو بچائیں۔ (جاری)

مولانا محمد محسن طارق الماتریدی صاحب قسط: 1

کیا معجزہ اور کرامت نبی اور ولی کے اختیار میں ہوتا ہے؟

معاً

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک عبارت پر اشکال کا جواب

قارئین کرام!
معجزہ اور کرامت فعل باری تعالی ہے نہ کہ فعل نبی و ولی یعنی معجزہ و کرامت باری تعالی کے اختیار میں ہوتے ہیں نہ کہ نبی و ولی کے اختیار میں، جیساکہ قرآن و سنت و سلف کرام رحمھم اللہ تعالی کی عبارات سے یہ مدعی اپنے مقام پر ثابت ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے رہ ہدایت مؤلف امام اہلسنت و الجماعت حضرت شیخ سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالی)
قارئین کرام قبل اس کے کہ اصل مبحث پر ہم بات شروع کریں اسے ذہن میں رکھئے گا!
کہ معجزۃ و کرامت نبی و ولی کے اختیار میں بایں معنی قطعاً قطعاً نہیں ہے کہ باری تعالی اس نبی و ولی کو اختیار علی قدرۃ المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی قدرۃ خرق العادۃ یا اختیار علی ایجاد المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی ایجاد خرق العادۃ دے دیتا ہے حاشا و کلا ایسا نہیں ہے حضرت شاہ اسماعیل شھید رحمہ اللہ تعالی کا ایک صریح حوالہ پیش خدمت ہے!

"بیانش آنکہ حق جل و علی بقدرت خود در عالم تکوین تصرفے عجیب بنا بر تصدیق مقبولے از مقبولان خود مے فرمائید نہ آنکہ قدرت صدور خرق عادت در او ایجاد مے فرمائید و اورا باظہار آں مامور مے نمائید حاشا و کلا قدرت در عالم تکوین از خواص قدرت ربانی است نہ از آثار قوت انسانی(منصب امامت ص 31)
ترجمہ:بیان اس کا کہ باری تعالی اپنے مقبول بندوں میں سے کسی کی تصدیق کے لئے اپنی قدرت سے عالم تکوین کوئی عجیب و غریب تصرف فرماتا ہے نہ یہ کہ خرق عادت کے صادر کرنے کی قدرت اس مقبول بندہ میں ایجاد کرتا ہے اور اسے اس کے اظہار پر مامور کرتا ہے حاشا و کلا معاملۃ یوں نہیں ہے کیونکہ عالم تکوین کے اندر قدرت تو یہ محض باری تعالی کے خواص میں سے ہے نہ کہ خواص انسانی کے آثار سے۔

اسی طرح امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالی اس موضوع پر مایہ ناز کتاب نورا ہدایت میں بحوالہ فتاوی رشیدیہ رد بوارق سے جو کہ فارسی زبان میں اردو ترجمہ کے ساتھ ایک اقتباس نقل کیا ہے وہ بھی اس

مقام پر ہم ہدیہ قارئین کرنا چاہیں گے چنانچہ امام اہلسنت و الجماعت شیخ سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ

"فتاوی رشیدیہ میں معجزات و کرامات اور خوارق عادات کے بارے میں کئی ایک محققین علماء امت سے متعدد نقول پیش کرکے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث ہے اور ہم نے اس کتاب میں ان کے بعض اقتباسات سے بھی استفادہ کیا ہے اور اسی میں حضرت مولانا حسین شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ تعالی بت شکن کی کتاب ردبوارق سے جو فارسی زبان میں ہے ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے ہم اس کے ایک حصہ کا لفظی ترجمہ ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں جو یقیناً بہت ہی مفید ہوگا چنانچہ وہ ارقام فرماتے ہیں کہ کسی چیز کی قدرت اور اختیار عطاء کرنا اور اس کی قوت اقتدار سپرد کرنا اور مفہوم کا حامل ہے اور اپنے فعل خاص کو کسی چیز میں ظاہر کرنا اس کا مطلب اور ہے مثلاً کہنے والا یہ تو کہہ سکتا ہے کہ زید نے قلم سے لکھا اور اپنے فعل خاص جو کتابت ہے قلم میں ظاہر کیا مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ زید نے حرکت کی قدرت اور اختیار اور کتابت پر قدرت کا اقتدار قلم کو سپرد کردیا ہے کیونکہ جب تک قلم مثل زید کے انسان نہ ہوجائے حرکت کی قدرت اور اختیار اور کتابت کی قوت اور اقتدار اس کو حاصل نہیں ہوسکتا اور خاصہ انسان قلم کے ہاتھ میں نہیں جاسکتا پس اگر کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ زید نے قلم کو لکھنے کی قدرت اور اختیار دیا ہے اور اپنا خاصہ اس کے حوالے کردیا ہے تو اس کے کلام کا حاصل یہ نکلے گا کہ زید نے قلم کو انسان بنادیا ہے بخلاف اس کے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ زید نے قلم سے لکھا تو اس کا مفاد یہ نکلے گا کہ لکھنے کا فعل زید کا خاصہ ہے اور قلم کو اس فعل میں کسی قسم کی کوئی قدرت اور اختیار حاصل نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی قوت اور اقتدار ہے (اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے)

بہ بین تفاوقت راہ از کجا است تا بکجا

جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی اور دل میں اترگئی تو غور سے ہمارا اصل مطلب ملاحظہ کرنا (شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات) کہ افعال میں قدرت اور اختیار تو جناب باری تعالی وحدہ لاشریک لہ کے خواص میں سے ہے اور قوت و اقتدار آثار خاصۃ صمدیت سے ہے کسی شخص یا کسی چیز کو یہ قدرت عطاء کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس کو ممکن کے مرتبۃ سے اٹھاکر واجب کے درجۃ پر لے جایا گیا ہے کیونکہ اس قدرت کا مبداء اور ان افعال پر اختیار رکھنا اور قوت و اقتدار کی دارومدار صرف واجب الوجود کے آثار سے ہے (نہ کہ ممکن کے آثار سے) الخ

(راہِ ہدایت ص 32/33 ہدایت بحوالہ رسالہ رد بوارق بحوالہ فتاوی رشیدیہ جلد 3 ص 220)

اسے ذہن میں رکھنے کے بعد یہ پیش نظر رہے کہ بعض عبارات سلف کرام رحمھم اللہ تعالی کی عبارات میں کرامت سے متعلق اختیار کے لفظ کے ساتھ یہ آیا ہے کہ یہ ولی کے اختیار میں ہوتا ہے جس میں سے ایک عبارت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی کی بھی پیش کی جاتی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے

والحق جواز وقوعھا قصدا و اختیار (لمعات التنقیح باب الکرامات ص514)

جواب نمبر:1

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی کی کچھ اور عبارات کو ذکر کرکے جمیع عبارات پر سلف کرام رحمھم اللہ تعالی کی تصریحات کی روشنی میں ہی جواب دیا جائے کہ ان کی عبارت میں جو اختیار کا اثبات ہے وہاں کیا مراد ہے اور جہاں اختیار کی نفی ہے وہاں کیا مراد ہے کیونکہ خود حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی کی دوسری عبارات میں اختیار کی نفی ہے۔
یہاں یہ ذہن میں رکھئے گا کہ جمہور اہلسنت و الجماعت کے ہاں کرامت معجزہ ہی کی فرع ہے۔بہرکیف حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

معجزہ فعل نبی نیست بلکہ فعل خدائے تعالی است کہ بر دست وے اظہار نمودہ بخلاف افعال دیگر کہ کسب ایں از بندہ است و خلق از خدا تعالی و در معجزہ کسب نیز از بندہ نیست(مدارج النبوۃ ج 2 ص 116)
ترجمہ: معجزۃ نبی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ باری تعالی کا فعل ہوتا ہے جس کو نبی کے دست مبارک پر باری تعالی ظاہر کرتا ہے برخلاف اور دوسرے افعال کے کہ ان میں کسب بندہ کی طرف سے ہوتا ہے اور خلق باری تعالی کی طرف سے جبکہ معجزہ میں کسب بھی بندہ کا نہیں ہوتا

دوسری جگہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

چہ معجزۃ و کرامت فعل خدا است کہ ظاہر می گردد بر دست بندہ بجہت تصدیق و تکریم وے **نہ فعل بندہ است** کہ صادر مے گردد بقصد و اختیار او مثل سائر افعال(شرح فتوح الغیب مقالہ 6 ص 27)
ترجمہ: کیونکہ معجزۃ اور کرامت باری تعالی کا فعل ہے کہ جسے باری تعالی ظاہر کرتا ہے بندہ کے ہاتھ پر اس کی تصدیق و تکریم کے غرض سے معجزۃ اور کرامت بندہ کا فعل نہیں ہے جو اس کے قصد اور اختیار سے صادر ہو جیساکہ اور دوسرے افعال اختیاریہ ہیں جو بندہ کے قصد اور اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔

قارئین کرام جیسا کہ آپ حضرات نے پڑھ لیا ہوگا اور سمجھ بھی لیا ہوگا کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی کی لمعات التنقیح کی عبارت کا تعارض پیش آرہا ہے مدارج النبوۃ کی عبارت اور شرح فتوح الغیب کی عبارت سے اس تعارض کو دور کیسے کیا جائے اس کے لئے سب سے پہلے ہم حضرت رحمہ اللہ تعالی کی عبارات کی طرف ہی

مع دیگر سلف کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کی عبارات کی طرف ہم اگر رجوع کریں گے تو مسئلہ کا حل آسانی سے نکل آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

توجہ کیجئے گا

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سالک کے مقام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تو اپنی خودی کو مٹا کر فانی ہوجائے تو

فحینئذ یضاف الیك التکوین و خرق العادات فیری ذالك منك فی ظاھر العقل والحکم وھو فعل اللہ و ارادتہ حقا فی العلم الخ (فتوح الغیب مقالہ 6 ص 27)

ترجمہ: پس تیری طرف تکوین اور خوارق عادت کی نسبت کی جائے گی اور وہ چیز عقل کے ظاہری حکم کے مطابق تجھ سے دیکھی جائے گی دراں حالیکہ وہ در حقیقت اعتقادی اعتبار سے باری تعالیٰ کا فعل اور باری تعالیٰ کا ارادہ ہوگا

اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

پس چوں فانی شود از خودی و نماند جز فعل و ارادت در تو نسبت کردہ مے شود بسوئے تو پیدا کردن کائنات و پارہ کردن عادات یعنی متصرف مے گرداند ترا در عالم بخوارق و کرامات پس دیدہ مے شود آں فعل و تصرف از تو در ظاہر عقل و حکم وے و لیکن در باطن و نفس الامر فعل پروردگار است تعالیٰ چہ معجزۃ و کرامت فعل خدا است کہ ظاہر می گردد بر دست بندہ بجہت تصدیق و تکریم وے نہ فعل بندہ است کہ صادر مے گردد بقصد و اختیار او مثل سائر افعال (شرح فتوح الغیب مقالہ 6 ص 27)

ترجمہ: پس جب تو اپنی خودی کو مٹاکر فانی ہوجائے اور تجھ میں فعل اور ارادۃ کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہے تو تیری طرف کائنات کی تخلیق اور خرق عادات کے امور کی نسبت کی جائے گی یعنی تجھے خوارق عادات کرامات کے سلسلۃ میں جہان کے اندر متصرف گردانا جائے گا پس ظاہری طور پر صورتاً وہ فعل اور تصرف تجھ سے صادر ہوگا مگر باطن و نفس الامر و حقیقت میں وہ باری تعالیٰ کا فعل ہوگا کیونکہ معجزہ اور کرامت باری تعالیٰ کا فعل ہے کہ جسے باری تعالیٰ ظاہر کرتا ہے بندہ کے ہاتھ پر اس کی تصدیق و تکریم کے غرض سے۔ معجزہ اور کرامت بندہ کا فعل نہیں ہے جو اس کے قصد اور اختیار سے صادر ہو جیساکہ اور دوسرے افعال اختیاریہ ہیں جو بندہ کے قصد اور اختیار سے صادر ہوتے ہیں

مقدمہ نمبر:1

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صراحتاً یہ بھی فرمایا کہ حق یہ ہے کہ کرامت ولی کے اختیار میں ہوتی ہے۔

مقدمہ نمبر:2

اسی طرح صراحتاً یہ بھی فرمایا کہ معجزہ و کرامت نبی و ولی کے اختیار میں نہیں ہوتے ہیں حتیٰ کہ صراحتاً یہ بھی فرمایا کہ معجزہ و کرامت میں کسب بھی نبی و ولی کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ یہ معجزہ اور کرامت ہر ایک محض فعل باری تعالی ہوتا ہے۔

مقدمہ نمبر:3

ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ظاہری طور پر صورتا وہ فعل اور تصرف نبی و ولی سے صادر ہوتا ہے مگر باطن و نفس الامر و حقیقت میں وہ فعل باری تعالی ہوتا ہے۔

نتیجہ:

جہاں اختیار کا اثبات ہے وہ ظاہراً و صورتاً ہے باطناً نفس الامر اور حقیقت میں اختیار باری تعالی ہی کو ہے مطلب اختیار علی قدرۃ المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی قدرۃ خرق العادۃ یا اختیار علی ایجاد المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی ایجاد خرق العادۃ یہ صرف اور صرف باری تعالی کے پاس ہوتا ہے۔ فتدبر

جواب نمبر 2

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالی تکوین کے متعلق فرماتے ہیں

ثم قد یرد الیك التکوین فیکون جمیع ما یحتاج الیه بأذن الله تعالی (فتوح الغیب مقاله 46 ص 80)

ترجمہ: پھر کبھی اس ولی کی طرف تکوین کی نسبت کردی جاتی ہے لھذا باری تعالی کے حکم سے جس شئ کی حاجت ہوتی ہے وہ پوری ہوجاتی ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی اس کی شرح میں لکھتے ہیں

سپردہ مے شود بوے پیدا کردن اشیاء و تصرف در اکوان کہ عبارت از خرق عادت است (شرح فتوح الغیب مقالہ 46 ص 80)

ترجمہ: کہ ولی کی طرف اشیاء کا پیدا کرنا اور اکوان کے اندر تصرف کرنا سپرد کردیا جاتا ہے جو کہ عبارت ہے خرق عادت سے۔

اور کرامت و خرق عادت کے متعلق جیساکہ پہلے بھی فرمایا آگے پھر تحریر فرماتے ہیں کہ

یعنی آں در حقیقت فعل حق است کہ بر دست ولی ظہور یافتہ چنانچہ معجزہ بر دست نبی صلی اللہ علیہ و سلم (شرح فتوح الغیب مقالہ 46 ص 207)

ترجمہ: کہ مطلب کرامت حقیقت میں فعل باری تعالی ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے جیساکہ

معجزۃ نبی کا فعل ہوتا ہے۔

مقدمہ نمبر:1

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی نے یہ فرمایا کہ ولی کی طرف اشیاء کا پیدا کرنا اور اکوان کے اندر تصرف کرنا سپرد کردیا جاتا ہے جو کہ عبارت ہے خرق عادت سے.

مقدمہ نمبر:2

آگے فرمایا کہ یعنی کرامت حقیقت میں فعل باری تعالی ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے جیساکہ معجزہ نبی کا فعل ہوتا ہے.

نتیجہ:

مطلب کہ تکوین و تصرف کے اختیار سے مراد نبی و ولی کے ہاتھ پر معجزہ و کرامت و خرق عادت کا صدور ہونا ہے اور یہ اسناد مجازی ہے نہ کہ یہ کہ باری تعالی ان کو اپنی طرح تکوین و تصرف کا اختیار دے دیتے ہیں کیونکہ یہ صرف اور صرف فعل باری تعالی ہے لہذا یہ گویا رد ہے معتزلہ پر کہ وہ اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالی و کثر اللہ تعالی سوادھم کے ہاتھ پر کرامت کے صدور کا انکار کرتے ہیں اور جمہور اہلسنت و الجماعت معجزہ و کرامت کو فعل باری تعالی سمجھتے ہیں اور انبیاء کرام علیھم الصلوات و التسلیمات و اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالی و کثر اللہ تعالی سوادھم کے ہاتھوں اس کا صدور مانتے ہیں۔فتدبر

جواب نمبر:3

جہاں اختیار کا اثبات ہے تو وہاں پہلے سے باری تعالی کی طرف سے علم ہوتا ہے اور پھر اس علم کے مطابق قصد ہوتا ہے جیساکہ التکشف میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالی نے کرامت کی ایک قسم یہ بیان فرمائی ہے کہ

> "ایک قسم وہ جہاں علم بھی اور قصد بھی جیسے نیل کا جاری ہونا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے فرمان مبارک سے الخ"(التکشف ص 10)

نتیجہ:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالی نے علم اور قصد کا ذکر فرمایا جوکہ دلیل انی ہے اثبات اختیار پر مطلب جہاں اختیار ہے وہاں بوجہ علم من اللہ تعالی کے بندہ قصد کرتا ہے چاہے وہ قصد پھر دعاء کے ذریعہ ہو یا کسی اور عمل کے ذریعہ جیسے یہاں فرمان مبارک کا لکھ کر نیل میں ڈالنا ہے تواختیارعلی العمل ہوا نہ کہ

اختیار علی قدرۃ المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی قدرۃ خرق العادۃ یا اختیار علی ایجاد المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی ایجاد خرق العادۃ۔فتدبر

اشکال کا جواب نمبر 2 اور تعارض کا جواب نمبر 4

اکثر مفسرین کرام رحمھم اللہ تعالی و کثر اللہ تعالی سوادھم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آصف بن برخیا رحمہ اللہ تعالی نے دعاء کی اور اس دعاء کے نتیجہ میں باری تعالی نے تخت بلقیس کو حاضر کردیا۔
تفسیر ابن کثیر پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40
تفسیر طبری پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40
تفسیر بغوی پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40
التفسیر المیسر پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40
تفسیر السعدی پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40
الوسیط لطنطاوی پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40
بیان القرآن پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40
معارف القرآن پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40

نتیجہ:

لھذا جہاں اختیار کا اثبات ہے وہاں مراد اختیار علی العمل ہے نہ کہ اختیار علی قدرۃ المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی قدرۃ خرق العادۃ یا اختیار علی ایجاد المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی ایجاد خرق العادۃ۔فتدبر

سوال:

کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ جہاں اختیار کا اثبات ہے وہاں کسب مراد ہے اور جہاں اختیار کا اثبات نہیں ہے وہاں خلق مراد ہے؟

جواب:

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی واشگاف الفاظ میں اس کی نفی فرمائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں جیساکہ پیچھے بھی باحوالہ گزر گیا کہ

> معجزہ فعل نبی نیست بلکہ فعل خدائے تعالی است کہ بر دست وے اظہار نمودہ بخلاف افعال دیگر کہ کسب ایں از بندہ است و خلق از خدا تعالی و در معجزہ کسب نیز از بندہ نیست(مدارج النبوۃ ج 2 ص 116)

ترجمہ: معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ باری تعالی کا فعل ہوتا ہے جس کو نبی کے دست مبارک پر باری

تعالیٰ ظاہر کرتا ہے برخلاف دوسرے افعال کے کہ ان میں کسب بندہ کی طرف سے ہوتا ہے اور خلق باری تعالیٰ کی طرف سے جبکہ معجزہ میں کسب بھی بندہ کا نہیں ہوتا۔

دوسری جگہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

چہ معجزۃ و کرامت فعل خدا است کہ ظاہر می گردد بر دست بندہ بجہت تصدیق و تکریم وے نہ فعل بندہ است کہ صادر مے گردد بقصد و اختیار او مثل سائر افعال (شرح فتوح الغیب مقالۃ 6 ص 27)
ترجمہ: کیونکہ معجزۃ اور کرامت باری تعالیٰ کا فعل ہے کہ جسے باری تعالیٰ ظاہر کرتا ہے بندہ کے ہاتھ پر اس کی تصدیق و تکریم کے غرض سے معجزۃ اور کرامت بندہ کا فعل نہیں ہے جو اس کے قصد اور اختیار سے صادر ہو جیساکہ اور دوسرے افعال اختیاریہ ہیں جو بندہ کے قصد اور اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔

نتیجہ:

لہذا کسب کو بایں معنی لینا کہ بعض دفعہ نبی یا ولی کو اختیار علی قدرۃ المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی قدرۃ خرق العادۃ یا اختیار علی ایجاد المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی ایجاد خرق العادۃ دے دیا جاتا ہے اور پھر وہ اس کا کسب کرتا ہے اور باری تعالیٰ اس کا خلق فرماتے ہیں تو جیساکہ اس کو کلی طور پر ماننا شرک ہے اسی طرح اس کو جزئی طور پر بھی ماننا شرک ہے۔ فافہم۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

سوال:

کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ بعض معجزات و کرامات اختیاری ہوتے ہیں اور بعض معجزات و کرامات غیر اختیاری؟

جواب:

اگر بعض کرامات کے اختیاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ بعض کرامات میں بندہ کو اختیار علی قدرۃ المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی قدرۃ خرق العادۃ یا اختیار علی ایجاد المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی ایجاد خرق العادۃ دے دیا جاتا ہے تو اس حیثیت سے یہ تقسیم خانہ زاد ہے جمہور اہلسنت و الجماعت کے اصولوں کے سراسر خلاف ہے تفصیل کے دیکھئے راہ ہدایت مؤلف امام اہلسنت و الجماعت حضرت شیخ سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

نوٹ:

ان شاء اللہ تعالیٰ قسط نمبر:2 میں اہل بدعت میری مراد بریلوی اور سیفی حضرات ہیں کی طرف سے جو عبارات کرامات سے متعلق باختیارھم وطلبھم وغیرہ پیش کی جاتی ہیں ان پر گفتگو ہوگی کہ اختیار کے کلام عرب میں 7 معانی آتے ہیں اور ان عبارات میں قطعاً حاشا و کلا اختیار کا معنی قدرت و سلطنت

اس حیثیت سے کہ بندہ کو اختیار علی قدرۃ المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی قدرۃ خرق العادۃ یا اختیار علی ایجاد المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی ایجاد خرق العادۃ دے دیا جاتا ہے نہیں ہے۔

بلکہ انتقاء و اصطفاء ہے یا اختیار کے 7 معانی میں سے کوئی اور معنی مگر قدرت و سلطنت تو ہے ہی نہیں ورنہ جمہور اہلسنت و الجماعت کے اصولوں کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔

لھٰذا یہ واضح ہوجائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ کہ ان عبارات کا اصل مبحث سے تعلق ہے ہی نہیں مزید شیخ عبد الحق محدث دہلوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ عبارت جس میں اثبات اختیار ہے اس کا ایک اور جواب بھی گویا ذکر ہوجائے گا۔

مفتی رب نواز حنفی صاحب مدیر اعلیٰ مجلہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ

بھینس کی قربانی، امین اللہ پشاوری کی زبانی

غیر مقلد ین کا ایک گروہ بھینس کی قربانی کے ناجائز ہونے کی رائے رکھتا ہے جب کہ اس کے برعکس ان کی ایک بڑی جماعت بھینس کی قربانی کو دلائل شرعیہ سے ثابت مانتی ہے، پھر جو لوگ اسے ثابت اور جائز مانتے ہیں اُن میں سے بعض نے اس پر مفصل مضامین اور مستقل رسالے لکھے ہیں مثلاً حافظ ابو یحیٰ نور پوری (نائب مدیر ماہنامہ السنۃ جہلم) نے "بھینس کی قربانی" اور ابو ابراہیم محمد ندیم (وار برتن) نے "بھینس کی قربانی کا شرعی حکم" مضامین تحریر کئے، جو انہی ناموں کے ساتھ پی ڈی ایف کی صورت میں بھی منظر عام پہ آچکے ہیں۔ شیخ عنایت اللہ مدنی غیر مقلد نے بھینس کی قربانی کے جواز پر "بھینس کی قربانی ایک علمی جائزہ " رسالہ لکھا جسے صوبائی جمعیت اہلِ حدیث ممبئی نے شائع کیا ہے۔ اسی طرح حافظ نعیم الحق ملتانی غیر مقلد نے "بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ" نام سے بھینس کی قربانی کے جواز پر مستقل کتاب تحریر کی ہے۔ کئی سال سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے ۔ ملتانی صاحب نے اپنی اس کتاب میں دوسرے جن غیر مقلدین کے فتاویٰ نقل کئے ہیں اُن میں سے ایک فتوی مولانا امین اللہ پشاوری غیر مقلد کا ہے جو اُن کی کتاب "فتاویٰ الدین الخالص جلد ۶ صفحہ ۳۹۴ تا ۳۹۸" سے منقول ہے۔ پشاوری صاحب غیر مقلدین کے ہاں "فقیہ العصر" اور "کثیر التصنیف" مصنف سمجھے جاتے ہیں ۔ ذیل میں اسی کتاب سے پشاوری صاحب کا فتوی تلخیص کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

بھینس کی قربانی کے دلائل بہت زیادہ ہیں

پشاوری صاحب "بھینس کی قربانی کے جائز ہونے کے دلائل" عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں :

"بھینس کی قربانی کے جائز ہونے کے دلائل بہت زیادہ ہیں، ان میں سے کچھ کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۴)

لفظ بقر کی جامعیت

پشاوری صاحب لکھتے ہیں :

"پہلی دلیل : (لفظ بقر کی جامعیت) قرآن و سنت کو اللہ تعالی نے عربی مبین میں نازل فرمایا۔ لہٰذا ہر

لفظ اور کلمہ اپنے تمام مدلولات کو شامل ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ فلاں لفظ فلاں معنی پر دلالت میں صریح (واضح) نہیں ، مثلاً اللہ تعالیٰ نے لفظ "غنم" کا تذکرہ فرمایا ہے، لہٰذا ہر وہ حیوان جو لفظ "غنم" کے تحت آ سکتا ہے اس کا حکم "غنم" والا ہو گا ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لفظ "بقر" کا تذکرہ فرمایا ہے ۔ لہٰذا ہر وہ جانور جسے عربی میں "بقر" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے ، اس پر تمام احکام لفظ "بقر" والے جاری ہوں گے۔ مثلاً حلال ہونا، قربانی ، دودھ کا استعمال، گوشت کا استعمال اور زکوۃ کی ادائیگی۔ تو جس طرح عربی زبان میں لفظ "البقر" کالی ، سفید ،زرد، اور دیگر رنگوں سے تعلق رکھنے والی گائیوں کی تمام اقسام پر بالا جاتا ہے، اور سب کا حکم ایک جیسا ہے، اسی طرح یہ لفظ بھینس اور ٹیکے سے پیدا ہونے والی ہر طرح کی گائیوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ لہٰذا سب کا حکم برابر ہے ۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۵)

مخالفین سے دلیل کا مطالبہ

پشاوری صاحب آگے لکھتے ہیں:

"جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ بھینس لفظ " بقر " کے تحت نہیں آتی، دلائل دینا اس کی ذمہ داری ہے مثلاً کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے کہ کالے رنگ کی گائے لفظ " بقر " کے تحت نہیں آتی ، اور اس کا حکم " البقر " والا نہیں ،تو ہم ایسے شخص سے دلیل کا مطالبہ کریں گے ۔ اسی طرح قرآن وسنت میں "ابل" کے لفظ کا تذکرہ بھی وارد ہے ، جو اونٹوں کی تمام انواع کو شامل ہے مثلاً بختی، عربی، مسہری ، ارحبی، اور مجیدی وغیرہ، لہٰذا یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا ہے کہ بختی اونٹ کے حلال ہونے کی کیا دلیل ہے؟ عربی اونٹ کے حلال ہونے کی دلیل کیا ہے؟ اور اسی طرح کے ملتے جلتے دیگر اعتراضات بھی نہیں کئے جا سکتے۔ جو شخص اس طرح کی بات کرے تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ ان سب اقسام پر لفظ " ابل " دلالت کر رہا ہے، اور دنیا کی دیگر زبانوں میں بھی یہی دستور کار فرما ہے" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۵)

بھینس کے گائے کی قسم ہونے پر اہل لغت کا اجماع

پشاوری صاحب لکھتے ہیں :

"لیجئے تمام اہلِ لغت متفق ہیں کہ بھینس گائیوں کی ایک نوع ہے لہٰذا اس کا حکم بھی گائیوں جیسا ہے" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۵)

مولانا عبید اللہ رحمانی غیر مقلد کی غلطی

پشاوری صاحب نے مذکورہ عبارت لکھنے کے بعد لسان العرب، المنجد، المعجم الوسیط، تاج العروس، اقرب الموارد، و معجم متن اللغۃ کے حوالے پیش کئے ، پھر لکھا:

میں کہتا ہوں کہ مذکورہ بالا بحث سے [صاحب "مرعاۃ" مولانا عبید اللہ رحمانی (نعیم الحق)] مبارک پوری کے موقف کی کمزوری اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ " بھینس کو گائیوں کی ایک نوع قرار دینا اہلِ لغت میں سے صرف ایک دو ائمہ کا قول ہے " حالاں کہ اس سلسلے میں اقوال اہلِ لغت کی تعداد بہت زیادہ اور اہلِ علم کے ہاں معروف بھی ہے۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۶)

بھینس کی قربانی کا جواز قرآن و سنت میں ہے

پشاوری صاحب آگے لکھتے ہیں :

"جب یہ بات ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ لغت میں لفظ "البقر" "الجاموس" کو بھی شامل ہے تو شرعاً بھی اس کا حکم یہی ہوگا ۔ لہٰذا اس کی قربانی کا ثبوت قرآن مجید اور سنت صحیحہ سے مل گیا۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۶)

بھینس کی قربانی کو قیاسی مسئلہ کہنے والوں کا حکم

پشاوری صاحب آگے لکھتے ہیں :

"اب یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ یہ قیاسی مسئلہ ہے ، یا وضاحب کے ساتھ ثابت نہیں جیسا کہ اس طرح کی باتیں کچھ جاہل قسم کے لوگوں سے سنی جار ہی ہیں ، جو قرآن و سنت سے استدلال کے طریقوں سے نابلد ، ان کی معرفت سے نا آشنا اور ان کے قواعد سے ناواقف ہیں۔ عقل و بصیرت رکھنے والوں کے لیے یہ دلیل ہی کافی ہے، جاہل اور بے کار لوگوں کو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۶)

دوسری دلیل اجماعِ امت

پشاوری صاحب لکھتے ہیں :

"دوسری دلیل: (اجماع امت) مسلمانوں کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ گائیوں کی طرح بھینس میں زکوۃ واجب، اس کی قربانی جائز، اور اس کا کھانا حلال ہے ۔مسلمانوں کے اجماع کاماخذ اہلِ علم کے مذکورہ بالا اقوال اور چند سطروں کے بعد پیش کی جانے والی احادیث پر مشتمل ہے۔ اب دعویٰ اجماع کے متعلق اہلِ علم کے چند اقوال حاضر خدمت ہیں ...." (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ۲۱٦)

تیسری دلیل حدیثِ نبوی

پشاوری صاحب لکھتے ہیں :

"تیسری دلیل : (حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)... ہر وہ حدیث جس میں لفظ "بقر" موجود ہے ، بھینس کی حلت (اور قربانی) کی دلیل ہے ۔ کیوں کہ یہ ہندی گائے ہے ، اور گائیوں کی سب سے اعلیٰ قسم ہے ۔ اس مضمون کے متعلق سینکڑوں احادیث وارد ہیں۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۹)

بھینس کی قربانی کے جواز پر صریح حدیث

پشاوری صاحب آگے لکھتے ہیں :

"ان [احادیث (ناقل)] میں سب سے واضح روایت وہ ہے جسے امام دیلمی نے "مسند الفردوس" جلد ۲ صفحہ ۱۲۴حدیث نمبر۲٦۵۰میں بیان فرمایا ہے : حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ، فرماتے ہیں: قربانی میں بھینس سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کر جاتی ہے ۔ "یہ حدیث ظاہراً موقوف لیکن حکماً مرفوع ہے ، کیوں کہ ایسی بات رائے اور قیاس کی بنیاد پر نہیں کہی جا سکتی۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۹)

صحابہ کرام نے بھینس کو گائے کا حکم دیا

پشاوری صاحب لکھتے ہیں:

"مصنف ابن ابی شیبہ (ج:۳۔ص:۲۲۱) کتاب الزکوۃ باب من قال فیما دون ثلاثین من البقر زکوٰۃ" میں ایک حدیث یوں مرقوم ہے ۔ عکرمہ بن خالد بیان کرتے ہیں مجھے "عک" نامی جگہ کے صدقات وصول کرنے کے سلسلے میں عامل مقرر کیا گیا ، تو وہاں میری ملاقات کچھ ایسے بزرگوں سے ہو گئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں زکوۃ ادا کرتے رہے، میں نے ان سے پوچھا تو ... کہا... بھینس زکوۃ میں گائیوں کی طرح شمار ہوگی ۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۹)

پشاوری صاحب مذکورہ بالا حوالہ نقل کرکے لکھتے ہیں :

"یہ حدیث بالکل واضح انداز میں بتا رہی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں صدقات و زکوۃ جمع کرنے والے صحابہ کرامؓ نے بھینسوں کو گائیوں کے حکم میں شامل فرمایا۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۹)

عہد صحابہ و تابعین میں بھینس

پشاوری صاحب لکھتے ہیں :

"عہد صحابہؓ و تابعین میں بھینسیں موجود تھیں ، وہ کسی بھی انکار اور کراہت کے بغیر ان کا گوشت اور دودھ استعمال کیا کرتے تھے اور ان سے دیگر فوائد بھی حاصل کیا کرتے تھے۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۲۰)

بھینس کی قربانی کو جائز نہ ماننے والوں کا موقف درست نہیں

پشاوری صاحب "کچھ اہل علم کی غلط فہمی" عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں :

"لہٰذا مرعاۃ المفاتیح ج:۵ ،ص:۸۱ ، فتاویٰ ثنائیہ ج: ۱، ص: ۸۱۰، فتاویٰ مبشر ربانی ج: ۳، ص: ۳۴ رسائل بہاول پوری ص ۱۲۷ وغیرہ میں جو موقف اختیار کیا گیا ہے وہ درست نہیں۔ (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۲۰)

"صاحب مرعاۃ" پر بہت سے سوالات ہو سکتے ہیں

حافظ نعیم الحق ملتانی کہتے ہیں :اس کے بعد مولانا پشاوری نے صاحب مرعاۃ کا مفصل موقف نقل کرنے کرنے کے بعد لکھا:

''میں کہتا ہوں کہ صاحب "مرعاۃ" کی گفتگو پر بہت سے سوالات وارد ہوتے ہیں طوالت کے پیش نظر ہم انہیں نظر انداز کر رہے ہیں۔"(بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۲۰)

محترم محسن اقبال صاحب

امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا خواب میں اللہ کا دیدار کرنا اوراس پر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

در مختار میں امام ابو حنیفہؒ کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ امام صاحبؒ نے خواب میں اللہ تعالی کی زیارت کی۔
اس واقعہ کو بنیاد بنا کر غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں کہ حنفیوں نے غلو کیا ہے، حنفی جھوٹے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ بھی جھوٹے ہیں کیونکہ اللہ کی خواب میں زیارت نہیں ہو سکتی، جو یہ دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے،وغیرہ وغیرہ۔
سب سے پہلی بات یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا اللہ کی خواب میں زیارت کا واقعہ صرف احناف نے نقل نہیں کیا بلکہ یہ واقعہ شیخ یوسف صالح الشافعیؒ نے اپنی کتاب "عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفة النعمان" میں نقل کیا ہے جو کہ شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔
کیا غیر مقلدین یہاں بھی یہ اعتراض کریں گے کہ شیخ یوسف صالح شافعیؒ بھی غلو کر رہے ہیں اور یہ واقعہ نقل کرنے کی وجہ سے کذاب ہیں؟
اس کے علاوہ امام احمد بن حنبلؒ کا اللہ کی خواب میں زیارت کا واقعہ امام ابن جوزیؒ کی کتاب "مناقب امام احمد بن حنبل" میں اور امام ذہبیؒ کی کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں ذکر کیا گیا ہے۔
رہی بات کہ اللہ کی خواب میں زیارت ہو سکتی ہے یا نہیں تو غیر مقلدین اگر اپنے ہی مستند علماء کی کتابیں پڑھ لیتے تو اس بات کا انکار نہیں کرتے۔
غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی فتاوی نذیریہ میں کہتے ہیں کہ

> "اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اللہ تعالی کو خواب میں دیکھا ہے تو یہ جائز ہے ۔"(فتاوی نذیریہ، جلد 1 صفحہ 61)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نقل کرتے ہیں کہ

> "جس نے خواب میں اللہ تعالی کو دیکھا تو دیکھنے والا اپنی حالت کے مطابق اللہ تعالی کو کسی صورت میں دیکھے گا ، اگر وہ آدمی نیک ہے تو اللہ تعالی کو اچھی صورت میں دیکھے گا ، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کو خوبصورت اور بہترین صورت میں دیکھا"(مجموع الفتاوی، جلد۵، صفحہ۲۵۱)

شیخ ابن بازؒ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ

"دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالی کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن خواب میں اس کی زیارت ہوسکتی ہے اور دلوں کے حالات کے مطابق قلبی مکاشفات اور مشاہدات ہوسکتے ہیں۔"(فتاوی ابن باز، جلد دوم صفحہ 127)

اور یہی فتوی سعودیہ کی فتاوی لجنہ الدائمہ کی کمیٹی کا بھی ہے(فتاوی، جلد2 صفحہ 235)
اور شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ اپنے ایک فتوی میں فرماتے ہیں :

ما حكم من يدعي أنه قد رأى رب العزة في المنام؟ وهل كما يزعم البعض أن الإمام أحمد بن حنبل قد رأى رب العزة والجلال في المنام أكثر من مائة مرة؟
ج: ذكر شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله وآخرون أنه يمكن أنه يرى الإنسان ربه في المنام، ولكن يكون ما رآه ليس هو الحقيقة؛ لأن الله لا يشبهه شيء سبحانه وتعالى، قال تعالى: {لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ} (2) فليس يشبهه شيء من مخلوقاته، لكن قد يرى في النوم أنه يكلمه ربه، ومهما رأى من الصور فليست هي الله جل وعلا؛ لأن الله لا يشبهه شيء سبحانه وتعالى، فلا شبيه له ولا كفو له...

سوال :
خواب میں رب العزۃ کو دیکھنے کے دعوی پر آپ کیا فرماتے ہیں ؟
اور کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے خواب میں اپنے رب کا سو مرتبہ سے زیادہ دیدار کیا ، کیا یہ درست ہے ؟

جواب :
شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور دیگر اہل علم کہتے ہیں کہ :
خواب میں بندہ کا اپنے رب کو دیکھنا ممکن ہے ، لیکن جو اسے نظر آئے وہ صورت حقیقت میں اللہ کی صورت نہیں ہوگی ، کیونکہ اللہ تعالی کسی چیز کے مشابہ نہیں ، جیسا قرآن کریم میں (کوئی شیء اس کی مثل نہیں) یعنی مخلوق میں کوئی بھی اسکی مشابہت نہیں رکھتا۔(مجموع فتاوی ابن باز جلد٦ صفحہ 367)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ

"ومن رأى الله عز وجل في المنام فانه يراه في صورة من الصور بحسب حال الرأى، ان كان صالحاً رآه في صورة حسنة؛ ولهذا رآه النبي صلى الله عليه وسلم في أحسن صورة"

ترجمہ : جس نے خواب میں اللہ تعالی کو دیکھا تو دیکھنے والا اپنی حالت کے مطابق اللہ تعالی کو کسی صورت میں دیکھے گا ، اگر وہ آدمی نیک ھے تو اللہ تعالی کو اچھی صورت میں دیکھے گا ، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کو خوبصورت اور بہترین صورت میں دیکھا - (مجموع الفتاوی ، جلد ٥ ، صفحہ ٢٥١)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں

" کبھی مومن اللہ کو خواب میں اپنے ایمان و یقین کے اعتبار سے مختلف صورتوں میں دیکھتا ہے۔ اگر اس کا ایمان صحیح ہے تو وہ اللہ کو اچھی صورت میں دیکھے گا اور اگر اس کا ایمان ناقص ہے تو وہ اپنے ایمان کے درجہ کے حساب سے دیکھے گا۔(فتاوی ابن تیمیہ، 3/390)

غیر مقلدین کے نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں

" امام رازیؒ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کو خواب میں مخصوص صورت میں دیکھنا جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ دنیا میں اللہ کو بہ چشمِ سر، حالت بیداری میں نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں خواب میں کوئی دیکھے تو دیکھ سکتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے خواب میں بارہا اللہ کو دیکھا، بات چیت کی، یہ پوچھا کہ اے رب تیرا قرب کس طرح مل سکتا ہے؟ فرمایا: تلاوت قران سے۔(مجموعہ رسائل عقیدہ، جلد1،529)

اس سے بڑھ کر نواب صدیق حسن خان اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں

"حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں اپنے رب کو چشم سر سے علی الصحیح دیکھا اور بات کی، دیکھنا آپ کا اللہ کو دنیا میں من جملہ آپ کی خصوصیات کے ہے۔(**الشمامة العنبریه،28/29**)

یہاں نواب صدیق حسن خان تسلیم کر رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں رب کو آنکھوں سے دیکھا۔ کیا کسی غیر مقلد میں ہمت ہے کہ نواب صدیق حسن خان پر حدیث کی مخالفت کی وجہ سے گمراہی کا وہی فتویٰ لگائے جو احناف پر لگاتے ہیں۔

غیر مقلدین سے سوال یہ ہے کہ اگر تمہارے نزدیک اللہ کی خواب میں زیارت ممکن نہیں اور جو اس کو جائز کہتا ہے وہ جھوٹا ہے تو کیا یہ جھوٹا ہونے کا فتویٰ میاں نذیر حسین دہلوی، ابن تیمیہؒ، ابن باز پر اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا واقعہ نقل کرنیوالے امام ابن جوزی امام ذہبی اور نواب صدیق حسن خان صاحب رحمہم اللہ جیسے محدثین پہ بھی لگے گا؟

محترم محمد حذیفہ راجکوٹی صاحب (آخری قسط)

نواصب کا تعارف

قارئینِ کرام!

پہلی قسط میں ہم نے آپ کے سامنے دور اول کے نواصب کا حال پیش کیا تھا اور مضمون کے آخر میں ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ ان شاءاللہ دوسری قسط میں ہم دور حاضر کے نواصب کا حال آپ کے سامنے پیش کریں گے اور ان کے نظریات پر تبصرہ بھی کریں گے، تو ملاحظہ فرمایئے۔

جیسا کہ ہم پہلی قسط میں آپ کے سامنے عرض کرچکے ہیں کہ نواصب میں جو لوگ حد سے زیادہ متشدد اور غالی تھے وہ تو دائرہ اسلام سے ہی نکل گئے تھے اور انہوں نے روافض کے مقابلے میں گویا ایک نئے دین کی بنیاد رکھ لی تھی جبکہ دور حاضر کے نواصب کے نظریات اگرچہ حد کفر کو نہیں پہنچے لیکن ان کے نظریات بہرحال اہل السنت والجماعت سے متصادم ہیں، اور دور حاضر اور دور اول کے نواصب میں اتنی بات قدرے مشترک ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سادات پر طعن و تنقید کا اور یزید (جس کے فسق پر اہل سنت کا اتفاق ہے) کی مدح و توصیف کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

پاکستان کے اندر جس صاحب نے "ناصبیت" کی بنیاد رکھی اور جنہیں نواصب کا امام کہنا زیادہ مناسب ہے وہ محمود احمد عباسی صاحب ہیں ان ہی کی بدولت صدیوں سے دبا ہوا "ناصبیت" کا فتنہ دوبارہ اٹھا اور اہل السنت والجماعت کے مقابل آکر کھڑا ہوگیا، ان صاحب نے سنہ1958 میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "خلافت معاویہ و یزید" ہے اور اس کے اندر نواصب کے نظریات کو "تحقیقی ریسرچ" کا عنوان دے کر بڑے سلیقے سے بیان کیا گیا ہے لیکن چونکہ اس میں بیان کئے گئے نظریات جمہور اہل السنت والجماعت کے منصور و مقبول مسلک کے خلاف تھے اسلئے علماء اہل سنت نے اس کتاب کی تردید میں مضامین و رسائل لکھے اور اس کتاب میں کی گئی دھوکا دہی کو طشت از بام کیا چنانچہ حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے اس کے رد میں "شہید کربلا اور یزید" رسالہ تصنیف فرمایا اسی طرح حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ نے "محمود احمد عباسی کے نظریات" کے نام سے رسالہ تصنیف فرمایا اس کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء حق نے اس کا مدلل و مفصل رد لکھا، اس کتاب کے اندر کیا نظریات پیش گئے تھے جس کی وجہ سے علماء اہل سنت کو اس کی تردید کرنی پڑی، اسے سمجھنے کیلئے ہم آپ کے سامنے اس کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جس سے آپ کے سامنے اس کی حقیقت واضح ہوجائے گی۔

جیسا کہ ہم نے کہا کہ نواصب حضرت علی رضی اللہ عنہ پر طعن کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور جہاں موقع ملتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو مجروح کرتے ہیں، چنانچہ اپنے روحانی آباء وٗ اجداد کی پیروی کرتے ہوئے محمود احمد عباسی صاحب، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مشکوک ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں کہ:

"یہ بیعت چونکہ بلوائیوں اور قاتلوں کی تائید بلکہ اصرار سے ہوئی تھی اور یہ خلافت ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے محبوب خلیفہ راشد کو ناحق قتل کرکے سبائی گروہ نے اپنے اثر سے قائم تھی"
(ص: 121)

موصوف کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے خدا واسطے کا بیر ہے اسلئے اسے مشکوک کرنے کیلئے اسے قاتلوں اور بلوائیوں کی "تائید شدہ" اور ان کے اثر سے قائم قرار دے رہے ہیں تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالی جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خفیہ طور پر "قاتلین عثمان" کے ساتھ تھے (معاذاللہ) جب ہی تو ان کے زیر اثر خلافت قائم ہوئی تھی حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مہاجرین و انصار کے اتفاق سے قائم ہوئی تھی،البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان باغیوں کی بیعت بالکل قبول کی تھی جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا اور وہ بالفعل قتل میں ملوث نہیں تھے اور چونکہ وہ قابو میں آنے سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرچکے تھے اسلئے شرعا وہ مامون تھے اسلئے ان کی بیعت قبول کرنے اور ان پر ہاتھ نہ ڈالنے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مجروح کرنا یا کسی بھی درجے میں انہیں "قاتلین عثمان" کا طرفدار قرار دینا انتہائی بدبختی اور بغض اہل بیت کا شاخسانہ ہے, چنانچہ حضرت مولانا اسماعیل ریحان صاحب دامت برکاتہم العالیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"آخر حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سمیت مہاجرین و انصار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ایک بار پھر یہ ذمہ داری (خلافت کی ذمہ داری.ناقل) سنبھالنے کی درخواست کی۔حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تحریک پیش کرنے والوں میں سے تھے۔وہ بار بار کہتے رہے: "ابو الحسن! آیئے ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں۔"
آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا اصرار دیکھ کر کھلے دل کے ساتھ کہا:
"چاہو تو تم میری بیعت کرلو، چاہو تو میں تم میں سے کسی ایک کی بیعت کرلوں۔"
دونوں نے کہا:
"ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔" یہی دونوں حضرات سب سے پہلے بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔"

("تاریخ امت مسلمہ",جلد: 2،ص: 162)

اسی طرح باغیوں سے بیعت لینے کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت لکھتے ہیں کہ:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باغیوں سے بیعت لینا محض سیاسی مصلحت نہیں تھی بلکہ قرآن مجید کی

تعلیم یہی تھی:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ المائدہ، آیت: 34)

(ہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو تمہارے قابو پانے سے پہلے توبہ ہی کرلیں تو ایسی صورت میں جان رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے)

اس میں ہدایت ہے کہ اگر کوئی فسادی گروہ، زیر ہونے سے پہلے پہلے ہتھیار ڈال کر حاکم کی اطاعت اختیار کرلے تو وہ قابل معافی ہے"

(جلد: 2، ص: 166)

مذکورہ بالا عبارات سے یہ دو باتیں بالکل بے غبار ہو جاتی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مہاجرین اور انصار کے اتفاق سے قائم ہوئی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان باغیوں کی بیعت کو قبول کرنا جو بالفعل قتل میں ملوث نہ تھے قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق تھا جس پر کسی قسم کا بھی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مجروح کرنے کیلئے اس طرح بات جیسی محمود احمد عباسی صاحب نے لکھی ہے، حال ہی میں انتقال کرنے والے اور ناصبی ذہنیت کو پروان چڑھانے والے پروفیسر طاہر علی الہاشمی صاحب نے بھی لکھی ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب "تذکرہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ" میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ آپ کے ہاتھ پر سب سے پہلے ان ہی لوگوں نے بیعت کی جو قتل عثمان میں پیش پیش تھے بلکہ بعض صحابہ کو تلواروں کی نوک پر بھی بیعت کیلئے مجبور کیا گیا"

(ص: 482)

اسی طرح موصوف ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

"بعد میں ان ہی قاتلوں نے اتنا تقرب حاصل کیا کہ بڑے بڑے عہدوں سے نوازے گئے، حالانکہ یہ لوگ ہر ملکی، قومی اور شرعی قانون کے مطابق گردن زدنی تھے"

(ص: 125)

مذکورہ بالا عبارات سے بالکل واضح ہے کہ موصوف ہاشمی صاحب بالکل اسی راستے پر چل رہے ہیں جس راستے پر محمود احمد عباسی صاحب چلے تھے یعنی "قاتلین عثمان" کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقرب کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پوزیشن کو مجروح کررہے ہیں اور پھر آخر میں یہ لکھ کر کہ:

"حالانکہ یہ لوگ ہر ملکی، قومی اور شرعی قانون کے مطابق گردن زدنی تھے"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سیاسی فیصلے پر تنقید بھی کر رہے ہیں حالانکہ موصوف کے نزدیک صحابی کے فیصلے پر تنقید کرنا "توہین" کے زمرے میں آتا ہے اور موصوف ایسے لوگوں کو صحابہ کا "ناقد" قرار دیتے ہیں چنانچہ اپنی کتاب "ناقدین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ" میں لکھتے ہیں کہ:

"سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین مختلف پیرایوں سے انہیں ہدف تنقید بناتے رہے، بعض حضرات بزعم خویش اپنے وضع کردہ نظام سیاست کو عین اسلام کا نظام حیات باور کراتے ہوئے اسے "معیار حق" قرار دیتے ہیں پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیاسی عمل کا تجزیہ کرتے ہوئے اس پر تنقید کرتے ہیں"

(ص: 11)

یہاں موصوف نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیاسی فیصلوں پر تنقید کرنے والوں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا "ناقد" قرار دیا ہے جبکہ موصوف خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سیاسی فیصلے پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"حالانکہ یہ لوگ ہر ملکی، قومی اور شرعی قانون کے مطابق گردن زدنی تھے"

سوال یہ ہے کہ موصوف کو آخر کس نے حق دیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سیاسی فیصلے پر تنقید کرتے ہوئے انہیں یہ بتائیں کہ "قاتلین عثمان" ملکی، قومی اور شرعی قانون کے مطابق قابل گردن زدنی تھے۔ کیا موصوف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ شرعی، قومی اور ملکی قانون کو سمجھتے تھے؟ آخر کیا وجہ ہے کہ ایک بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں تو ممنوع ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ممنوع نہ ہو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابی رسول نہیں ہیں کہ جو رعایت (تنقید سے بالاتر ہونا) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بوجہ "صحابیت" کے حاصل ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل نہیں ہے؟ یقیناً حاصل ہے لیکن چونکہ نواصب کا مطمح نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور خلافت کو مجروح کرنا ہوتا ہے اسلئے وہ اس کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے پھر چاہے اس کی وجہ سے اپنی لکھی ہوئی بات کی مخالفت ہی کیوں نہ کرنی پڑے، ہم چونکہ اہل السنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں اسلئے ہمارے نزدیک کسی بھی صحابی پر تنقید کرنا ہر گز جائز نہیں ہے تو پھر حضرت معاویہ و حضرت علی رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر اصحاب پر کیسے جائز ہوسکتی ہے؟

مذکورہ تمام تفصیل سے آپ کے سامنے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی ہوگی کہ نواصب کس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور خلافت کو مجروح کرنے کوشش کرتے ہیں اور کمزور باتیں لے کر اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہیں جس طرح روافض ادھر اُدھر کی باتیں اٹھا کر حضرات صحابہ کرام کی مقدس جماعت کو مجروح کرنے کی کوشش کرتے ہیں بعینہ اسی راستے پر نواصب ہر گری پڑی بات اٹھاکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور شخصیت کو مجروح کرتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ نواصب جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور خلافت کو مجروح کرتے ہیں وہاں سادات پر تنقید اور یزید کی مدح و توصیف کا بھی کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ، ہم اپنے اس دعوے پر محمود احمد عباسی صاحب کی چند عبارات پیش کرکے اسے آپ کے سامنے مدلل پیش کرتے ہیں چنانچہ عباسی صاحب اپنی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی "صحابیت" کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وفات نبوی کے وقت چار، پانچ سال کا ہونا ثابت ہے, تو صحابیت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چہ جائیکہ صحابی جلیل ہونے کا"

(ص: 86)

اسی طرح موصوف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یزید کے خلاف مخلصانہ و مجتہدانہ اقدام کے بارے میں اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے اور انہیں اقتدار حاصل کرنے کا متمنی ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"یہ بات بھی واقعات سے ثابت ہوچکی ہے کہ سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی یہ خواہش ان کو عرصہ سے تھی موقع مناسب کے منتظر تھے"

(ص: 581)

اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام کو نبیﷺ کے ارشادات کے خلاف ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور احکام شریعت کی تصریحات سے واضح ہے کہ امیرالمؤمنین یزید کے خلاف حضرت حسین کے اقدام خروج کا جواز مطلق نہ تھا"

(ص: 190)

مذکورہ عبارات سے عباسی صاحب کا اہل بیت عظام سے بغض و عناد واضح ہے کہ موصوف اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی "صحابیت" کا بھی انکار کردیا اور انہیں نبیﷺ اور احکام شریعت کا مخالف تک کہہ دیا اس سے بڑی بدبختی اور کیا ہوگی؟

اب ذرا دوسری طرف دیکھئے کہ موصوف اس شخص کی مدح و توصیف میں جس کے فسق پر اہل سنت کا قریب قریب اجماع ہے کس طرح رطب اللسان ہیں چنانچہ موصوف یزید کی مدح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"علم و فضل، تقوی و پرہیزگاری، پابندی صوم و صلٰوۃ کے ساتھ امیر یزید حد درجہ کریم النفس، سلیم الطبع سنجیدہ و متین تھے"

(ص: 171)

قارئین کرام! یہ تھا نواصب کا تعارف، جسے ہم نے اپنی بساط کے مطابق وضاحت کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کردیا امید ہے کہ آپ کے سامنے "ناصبیت" کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہوگی اور ہم اپنا مدعا سمجھانے میں کامیاب ہوگئے ہوں گے

آخر میں اس دعا پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت ہمیں تمام فتنوں سے محفوظ رکھے اور جمہور اہل السنت والجماعت کے عقائد و نظریات پر مرتے دم تک قائم رکھے اور اسی پر موت دے آمین!

بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

طاہر گل دیوبندی قسط:1

مفتی محمد حسین نیلوی صاحب کے عقائد و نظریات

اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالی نے مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے۔ نبی انسان اور بشر ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ بحوالہ شرح عقائد جلالی لکھتے ہیں

"النبی ھو انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ ما اوحی الیہ"
ترجمہ: "نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف تبلیغِ احکام کی خاطر مبعوث کرتا ہے"

بشر آدمی اور انسان یہ تمام الفاظ ہم معنی اور مترادف ہیں۔ اور اس عبارت سے واضح ہوا کہ نبی انسان ہوتا ہے۔اور انسان روح اور جسم سے مرکب ہے۔
ایک محسوس فرقے یعنی فرقہ بریلویہ نے جب بشریت انبیاء کرام علیہم السلام سے انکار کیا اور نبی کو بشر کہنے والوں پر کفر کے فتوے لگائے تو علمائے اسلام نے ان کا بھرپور تعاقب کیا اور ان کے خلاف تحریراً اور تقریراً کام کیا۔ اس سلسلے میں علمائے دیوبند کے خدمات قابل ذکر ہیں۔
مماتیوں میں سے مفتی محمد حسین نیلوی صاحب نے بھی اس سلسلے میں ایک رسالہ بنام "بشریت نبوی" تصنیف کیا ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ثابت کرنے کے لئے متعدد آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد صفحہ 4 اور 5 پر لکھتے ہیں

"اب ہم ان محفوظ ہستیوں کی محفوظ زبان سے دریافت کرتے ہیں جنہوں نے حضور پُرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ زندگی گزاری اور ان کی محبت اور انکا عشق ہم جیسوں سے کروڑہا بلکہ اربیا کھربیا درجہ اقوی اعلی اولی اوفر اکمل تھا یعنی آپ کے پیارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو وہ آپ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں اگر ہمارا اور ان کا عقیدہ ایک ہی ہو تو چشم ما روشن دل ما شاد اور اگر ہمارا عقیدہ ان سے مختلف ہو تو ہمیں اپنے عقیدے پر نظر ثانی کرنی چاہئے "۔

اس کے بعد کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے نقل کئے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسان، آدمی اور بشر ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ چنانچہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا!
"كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ"

ترجمہ :آپ انسانوں میں سے انسان تھے۔
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا!
"كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ هُوَ عَبْدٌ"
ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل بندے ہیں۔
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا!
"كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رَجُلٌ مَرْبُوعًا"
ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے مرد تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا!
جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مٹی سے پیدا ہوئے۔
ان تمام روایات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جسد عنصری مع الروح کو نبی اور انسان کہتے ہیں کیونکہ انسان روح اور جسم کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ نیلوی صاحب جہاں بریلویوں کو نصیحت کرتے وہاں خود بھی اپنے اصولوں پر عمل کرکے اپنے عقیدے پر بھی نظر ثانی کرتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین والا عقیدہ اپناتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ نیلوی صاحب صرف روح کو نبی مانتے ہیں جسد عنصری مع الروح کو نبی تسلیم نہیں کرتے بلکہ صراحتاً اس سے انکار کرتے ہیں۔

نبی روح ہوتا ہے نہ کہ جسد عنصری مع الروح :

چنانچہ نیلوی صاحب اپنی کتاب نداء حق جلد 1 صفحہ 508 پر لکھتے ہیں

" یہ بات تو ثابت اور محقق ہو چکی ہے کہ رسالت اور نبوت در اصل روح کی صفت ہے (نہ کہ جسد عنصری مع الروح کی)"۔

نوٹ: بریکٹ والے الفاظ بھی نیلوی صاحب کے ہیں۔
اسی طرح مجموعہ رسائل نیلوی جلد 1 صفحہ 96 پر بھی یہی بات ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے

"یہ بات تو ثابت اور محقق ہو چکی ہے کہ رسالت اور نبوت در اصل روح کی صفت ہے جسد عنصری کی نہیں"

الصراط المستقیم فی اثبات الحیاۃ البرزخیۃ للنبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں لکھتے ہیں۔

"روح مع الجسد ہی کو نبی کہنا غلط ہے "۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ نیلوی صاحب نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے سے کس طرح اعراض کیا۔

نیلوی صاحب کی اس عقیدے سے کیا کیا خرابیاں لازم آتی ہیں وہ ہم بعد میں بیان کریں گے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ نیلوی صاحب بھی کہتے ہیں کہ نبی انسان ہوتا ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ نیلوی صاحب کے نزدیک انسان کسے کہتے ہیں؟ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو اسی جسد عنصری مع الروح کو نبی اور انسان کہا جبکہ نیلوی صاحب اس کے منکر ہیں۔

انسان کیا چیز ہے؟

نیلوی صاحب نداء حق جلد 1 صفحہ 265 لکھتے ہیں

"انسان بدن محسوس سے مغائر ہے"

نداء حق جلد 1 صفحہ 274 پر لکھتے ہیں کہ

"صاحب تسکین سے یہ بات بھی مخفی نہ ہو گی کہ انسان اسی گوشت پوشت، ہڈیوں، پٹھوں، خون وغیرہ کا نام نہیں ہے اور نہ اس ڈھانچے کا نام ہے جو ہمیں نظر آتا ہے "

آگے جاکر صفحہ 280 پر لکھتے ہیں کہ

" انسان کے لئے صاحب ادراک عقلی ہونا ضروری ہے اور ادراک عقلی قلب میں حاصل ہوتا ہے، نہ کہ بدن میں، پس انسان کسی ایسی چیز کا نام ہونا چاہئے جو قلب میں موجود ہو اور جب یہ ثابت ہوا تو اس بات کا قائل ہونا کہ انسان اسی ہیکل اور اسی بدن کو کہتے ہیں باطل ہو گیا "

آگے صفحہ 291 پر لکھتے ہیں کہ

"حقیقی انسان وہ زرہ ہی ہے جو قلب میں حلول کیے رہتا ہے اور جس میں کہ روح حلول کرتا ہے ۔۔۔۔یہی زرہ مع اس روح کے جو اس میں حلول کیے رہتی ہے تمام تکلیفات شرعیہ کا مخاطب ہے اس کا اعادہ کیا جائے گا اسی کو نعمت ملے گی اور اسی کو عذاب ہو گا خلاصہ یہ کہ جتنے امور انسان کے

حق میں وارد ہیں سب اسی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں"

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ نیلوی صاحب صفحہ 272 پر لکھ آئے ہیں کہ

" یہ زرات اس قدر لطیف اور باریک ہیں کہ لطافت کی وجہ سے ان کا مشاہدہ بھی نہیں ہو سکتا"

اب غور فرمائیں کہ جب یہ زرہ ہی حقیقی انسان ہے اور اس کا مشاہدہ بھی نہیں ہوسکتا اور نبی بھی انسان ہی ہوتا ہے اور نبوت اور رسالت کو بھی نیلوی صاحب نے صرف روح کی صفت لکھا ہے نہ کہ جسد عنصری مع الروح کی، جیسے کہ باحوالہ گزر چکا ہے تو اس کے کیا نتائج نکلتے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں!

1. قرآن مجید کے بیشار آیات کریمہ کا انکار:

نیلوی صاحب کے اس نظریئے سے (کہ نبوت اور رسالت روح کی صفت ہے نہ کہ جسد عنصری مع الروح کی) قرآن مجید کی بیشار آیات کریمہ کا انکار لازم آتا ہے جن میں اللہ تعالی نے نبی اور رسول کا خطاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات با برکات روح مع الجسد کو کیا گیا ہے۔ چنانچہ چند آیات قرآنیہ ملاحظہ فرمائیں !

آیت نمبر 1

يَاأيها النبي قُلْ لازواجك وبناتك ونساء المؤمنين (پارہ نمبر 22 آیت نمبر 59)
ترجمہ : "اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو۔"

سوال نمبر 1: کیا یہاں نبی صرف روح کو کہا گیا؟
سوال نمبر 2: کیا نکاح صرف روح کا ہوا یا روح مع الجسد کا؟
سوال نمبر 3: کیا بنات صرف روح کی تھیں یا روح مع الجسد کی؟

آیت نمبر 2:

يا أيها الرسول بلغ ما أنزل إليك من ربك (پارہ نمبر 16 آیت نمبر 67)
ترجمہ : اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچادے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے۔

سوال نمبر 1: کیا اس آیت میں صرف روح کو رسول کہا گیا ہے؟

سوال نمبر 2: کیا بات صرف روح کرتی ہے یا روح مع الجسد؟

آیت نمبر 3:

یاأیہا النبی جاھد الکفار والمنافقین
ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کفار اور منافقین سے جہاد کرو۔

سوال نمبر 1: کیا اس آیت میں صرف روح کو نبی کہا گیا ہے؟
سوال نمبر 2: کیا جہاد صرف روح کرتی ہے یا روح مع الجسد؟

قارئین کرام !

نیلوی صاحب کے فلسفے کے مطابق مذکورہ بالا آیات کریمہ کیساتھ ساتھ بیشمار آیات قرآنیہ کا انکار ہوتا ہے۔
(ملخصاً از تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین تصنیف حافظ عبد الجبار سلفی صاحب)

2. صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صحابیت سے انکار:

نیلوی صاحب کے اس نظریہ ہے کہ "رسالت اور نبوت صرف روح کی صفت ہے نہ کہ جسد عنصری مع الروح کی" صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحابیت سے بھی انکار لازم آتا ہے۔
تفصیل:
سب سے پہلے ہم صحابی کی تعریف نقل کرتے ہیں کہ صحابی کسے کہتے ہیں۔
صحابی کی تعریف:

"من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنا بہ ومات علی الإیمان"
(قواعد الفقہ:۳۳۱)
یعنی صحابی رضی اللہ تعالی عنہ اس شخصیت کو کہا جاتا ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زیارت کی ہو اور ایمان کی حالت میں وفات پائی ہو"۔

اب اگر نبوت صرف روح کی صفت ہے تو روح تو کسی کو نظر نہیں آتی تو اس سے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صحابیت کا انکار لازم آتا ہے۔ اسی طرح اگر نبی وہ انسان (بقول نیلوی صاحب کے وہ زرہ جو قلب میں

ہوتا ہے جیسے کہ اوپر باحوالہ بیان ہوا) ہوتا ہے جو بقول نیلوی صاحب کے نظر ہی نہیں آتا تو کیا اس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صحابیت کا انکار لازم نہیں آتا؟

3۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات سے انکار:

عام طور پر مماتی علماء دیوبند پر یہ بہتان لگاتے ہیں کہ یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے منکر ہیں حالانکہ کوئی مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کا انکار نہیں کر سکتا۔
امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ نے تسکین الصدور میں پورا باب اس پر لکھا ہے چنانچہ اس کے ابتداء میں حضرت لکھتے ہیں

"وفات حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام قطعی امر ہے اللہ تعالی نے اپنے جاندار مخلوق کیلئے جو محکم اور اٹل فیصلہ صادر فرمایا ہے وہ یہ کہ **كل نفس ذائقة الموت(پارہ نمبر 4 سورۃ آل عمران)** ہر نفس موت چکھنے والا ہے۔ اور اس ضابطہ سے کوئی مستثنیٰ نہیں نہ پیغمبر اور نہ شہید اور نہ کوئی اور جلد ہو یا بدیر ہر ایک پر موت وارد ہو کر رہے گی۔"

دوسری طرف نیلوی صاحب کا نظریہ ہے کہ نبوت اور رسالت روح کی صفت ہے جسد عنصری مع الروح کی نہیں۔ اور نیلوی صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ موت کا روح کیساتھ کچھ تعلق نہیں یعنی روح نہیں مرتی۔(دیکھئے نداء حق جلد 1 صفحہ 508)
اب چونکہ روح پر تو موت نہیں آتی تو ثابت ہوا کہ نیلوی صاحب کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت نہیں
آئی۔

دوسری طرز سے

نیلوی صاحب نے اپنی کتاب میں صاف لکھا ہے کہ مرنے کے بعد انسان زندہ رہتا ہے۔۔ دار دنیا سے دار برزخ میں منتقل ہونے سے انسان مرتا نہیں۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتا ہے: ۔

"مرنے کے بعد بھی انسان زندہ رہتا ہے"

اور آگے لکھتا ہے

"دار دنیا سے منتقل ہو کر دار برزخ میں پہنچ جانے سے بھی انسان نہیں مرتا" |
(ندائے حق ج1 ص16،17)

جب دار دنیا سے دار برزخ میں منتقل ہونے سے انسان مرتا نہیں تو انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام بھی انسان ہیں لہٰذا وہ بھی نہیں مرتے۔ چنانچہ نیلوی صاحب امام رازی رحمہ اللہ سے بلا تردید نقل کرتے ہیں

"ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے انبیاء اللہ تعالی لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار یعنی خدا تعالی کے نبی نہیں مرتے بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کر دیئے جاتے ہیں۔ "

نداء حق جلد 1 صفی 279

لیجئے یہاں تو صراحتاً انبیاء کرام علیہم السلام کے وفات سے انکار کردیا۔
وہ الزام ہم کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

4۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین نہیں ہوئی:

نیلوی صاحب کے فلسفے کے مطابق نبی چونکہ صرف روح ہوتی ہے اسی لئے نہ تو نبی پر موت آئی اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا۔

5۔ آج روضہ مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں (العیاذ باللہ):

نیلوی صاحب کے فلسفے کے مطابق آج روضہ مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں (العیاذ باللہ) کیونکہ نبی تو صرف روح تھا جس کی تدفین نہیں ہوئی۔

6۔ بشریت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا انکار:

نبوت کو اگر صرف روح کی صفت مان لی جائے (جیسے کہ نیلوی صاحب کا نظریہ ہے تو اس سے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی بشریت کا انکار بھی لازم آتا ہے کیونکہ روح تو ایک نورانی چیز ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام بھی نور ہوئے نہ کہ بشر۔ اب وہ مماتی کیا جواب دیں گے جو آئے روز علمائے دیوبند پر بریلویت کے فتوے لگاتے نہیں تھکتے۔ واضح رہے انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت کا انکار کفر ہے۔

7- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا انکار:

قرآن کریم میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

سورۃ الاحزاب پارہ ۲۱

ترجمہ : بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمھارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

واضح رہے اسوہ حسنہ افعال و اعمال اور حرکات و سکنات نبوت کا نام ہے جو بدن سے صادر ہوتی ہے اب اگر نیلوی صاحب کا نظریہ مان لیا جائے کہ نبوت اور رسالت صرف روح کی صفت ہے نہ کہ جسد عنصری مع الروح کی تو اسوہ حسنہ تو نظر
ہی نہیں آیا اب عمل کس طرح کریں گے؟

8۔ کفار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا:

نیلوی صاحب کے نظریئے سے (کہ نبوت اور رسالت صرف روح کی صفت ہے نہ کہ جسد عنصری مع الروح) کفار کو بھی کھلی چھوٹ ملتی ہے کیونکہ جب کفار نے نبی (یعنی روح بقول نیلوی صاحب کے) کو دیکھا ہی نہیں تو ایمان کس پر لاتے؟

محقق العصر حضرت مولانا عبد الجبار سلفی صاحب حفظہ اللہ اس موقع پر ایک مماتی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

"قیامت کے دن اللہ تعالی ابو جہل اور ابو لہب وغیرہ سے پوچھیں گے کہ میرا نبی تمھارے پاس آیا تم نے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بھی کلمہ پڑھنے سے انکار کردیا۔ آگے سے کفار (بقول مماتی صاحبان) اگر کہہ دیں کہ ہم نے تیرے نبی کو دیکھا ہی نہ تھا پتہ نہیں کہاں آئے؟ (کیونکہ روح غیر مبصر چیز ہے) ابوجہل نیلوی صاحب کی "نداء حق " پیش کر دے گا کہ نبی صرف روح ہے تو اس وقت مؤلف "المسلک المنصور " ابو جہل کی حمایت کریں گے یا اللہ تعالی کی؟"

(القول المعتبر فی حیات خیر البشر صفحہ 19)

مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب

قسط: 2

فقہ غیر مقلدین قرآن وحدیث کے خلاف ہے!

غیر مقلدین حضرات کی مزید مسائل بھی ملاحظہ کیجئے جو صراحتاً قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔

4. شریعت:

شریعت کی یہ بات کس سے پوشیدہ ہوگی کہ ایک وقت میں آدمی دو حقیقی بہنوں کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ ...... وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (سورۃ النساء آیت نمبر 23)

ترجمہ: تم پر حرام کردی گئی ہیں ۔۔۔۔۔ کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرو، البتہ جو کچھ پہلے ہوچکا وہ ہوچکا۔

بغاوت:

لیکن غیر مقلدین کا مسلک شریعت محمدیہ کے خلاف ملاحظہ کیجئے، انکے فتاویٰ میں یوں سوال بمع جواب درج ہے:

سوال : زید نے اپنی بیوی فاطمہ کو ایک طلاق رجعی دی، رجعی طلاق کی عدت کے اندر اندر اپنی حقیقی سالی ھندہ سے نکاح کرلیا تو جائز ھوگا یا نہیں؟

جواب: نکاح جائز ہے مگر پہلی بیوی سے رجوع جائز نہ ہوگا۔ (فتاوی ثنائیہ ج2ص196)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ جب طلاق ہی واقع نہیں ہوئی تو پھر حقیقی سالی سے نکاح کیسے؟ کیا یہ شریعت کی صریح خلاف ورزی نہیں؟

5. شریعت:

شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو بغیر طھارت کے مس نہیں کرسکتے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ

"لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ" (سورۃ الواقعۃ، آیۃ 79)
ترجمہ: اس کو وہی لوگ چھوتے ہیں جو خوب پاک ہیں۔

اور امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی :179ھ) نے مؤطا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مکتوبِ گرامی نقل کیا ہے جو آپ نے حضرت عمرو بن حزم کو لکھا تھا، جس میں ایک جملہ یہ بھی ہے

"لایمس القرآن الا طاھر"
ترجمہ: قرآن کو نہ چھوئے مگر پاک شخص۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر ابن کثیر)

بغاوت:

اب قرآن و حدیث کے خلاف فرقہ غیر مقلدین کا نظریہ بھی ملاحظہ کیجئے چنانچہ نواب وحیدالزمان صاحب غیر مقلد (المتوفی : 1338ھ) لکھتے ہیں:

"اما مس المصحف لمحدث فجوّزہ الاکثر من اصحابنا" (نزل الابرار ج1 ص26)
ترجمہ: ہرچہ قرآن کریم کو بغیر وضوء کو چھونا ہے تو ھمارے اکثر اصحاب (اہلحدیث) اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

اور دوسری جگہ بھی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"واختلفوا فی مس المصحف للمحدث والمختار الجواز عند الاکثر اصحابنا" (ایضاً ص:45)

نواب صدیق حسن خان صاحب کے فرزند ارجمند جناب نواب نورالحسن صاحب (المتوفی:1336ھ) لکھتے ہیں:

" اگرچہ محدث رامس مصحف جائز باشد" (عَرف الجادی ص: 15)
ترجمہ : اگرچہ بے وضو شخص کیلئے مصحف کو چھونا جائز ہے۔

قارئینِ کرام خود فیصلہ کریں کہ کس طرح اپنے اوپر اہل حدیث کا لیبل لگا کر قرآن و حدیث کی مخالفت کی جا رہی ہے۔

6.شریعت:

شریعت کا یہ مسئلہ ہے کہ امام ضامن ہوتا ہے مثلاً امام کی نماز ٹوٹنے سے مقتدی کی نماز خودبخود ٹوٹ جاتا ہے یا امام پر سجدہ سہو لازم ہونے پر مقتدی بھی سجدہ سہو کریگا۔ بہرحال امام ضامن ہوتا ہے چنانچہ صحیح حدیث میں آتا ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْإِمَامُ ضَامِنٌ" (سنن ابی داؤد ج1ص253رقم الحدیث517)
ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "امام ضامن ہوتا ہے۔"

بغاوت:

اب خود کو اہل حدیث کہلوانے والوں کا مسلک بھی ملاحظہ فرمائیں انکی کتابوں میں ہے کہ ننگا امام کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے۔
چنانچہ نواب نور الحسن خان صاحب(المتوفی: 1336ھ) نے لکھا ہیں

"وصح اقتداء صحیح بمعذور وسالم بمریض۔۔ وکاس بعار (عرف الجادی ص23)
ترجمہ: "اقتدا صحیح ہے صحیح شخص کا معذور کے پیچھے اور تندرست کا بیمار کے پیچھے۔۔۔اور ننگے امام کے پیچھے"

افسوس کی بات ہے اپنے ان خرافات کو عوام سے چھپایا جاتا ہے اور مجال ہے کہ اب تک کسی غیرمقلد نے ان پر رد کیا ہو!

7.شریعت:

شریعت نے عورت کو پردے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا"
ترجمہ: اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے اس میں سے۔

بغاوت:

اپنے اپ کو اہل حدیث کہلوانے والے فرقے کی بھی سن لیجئے چنانچہ نواب نور الحسن خان صاحب(المتوفی:1336ھ) لکھتے ہیں

"ایۃ حجاب مختص بازواج رسولِ خداست" (عرف الجادی 52)
ترجمہ: حجاب والی ایت اللہ کے رسول(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)کی بیویاں کے ساتھ مخصوص ہے۔

ملاحظہ کریں کس طرح شریعت کی خلاف ورزی ہو رہی ہے؟ کیا اسی کا نام عمل بالحدیث ہے؟

8.شریعت:

یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ شریعت نے زیادہ سے زیادہ چار نکاح کی اجازت دی ہے۔ اس پر کئی دلائل ہیں ہم قرآن کریم کی ایک آیت پر اکتفاء کرتے ہیں

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ
ترجمہ: پس نکاح کرلو جو اور عورتیں تم کو خوش آویں دو دو تین تین چار چار۔

بغاوت:

لیکن فرقہ غیرمقلدین کی قرآن وحدیث سے بغاوت ملاحظہ کیجئے کہ ان کے معتمد و مجتھد العصر شیخ نواب صدیق حسن خان صاحب المتوفی (1307ھ) لکھتے ہیں

"مثنی وثلث وربع یستفاد منه جواز نکاح النساء اثنین اثنین وثلاثا وثلاثا وربعا وربعا المراد جواز تزوج کل دفعة من هذه الدفعات فی وقت من الوقات ولیس فی هذا تعرض لمقدار عددهن، بل یستفاد من الصیغ الکثرة من غیر تعین (طفر الاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی ص 297 دار ابن حزم بیروت)
یعنی اس ایت مثنی وثلث وربع میں عدد متعین نہیں ہے بلکہ اس کثرت میں غیر متعین عورتیں مراد ہیں۔

اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کے فرزند ارجمند نواب نور الحسن صاحب بھی یہی فتوی دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

"برائے استدلال بر منع زیادت برارابع نشود و ایۃ کریمہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث و ربع" بر محاورہ عرب عرباء وائمہ لغت مفید جواز نکاح دو دو وسہ سہ و چہار چہار نساء دریک بار است و دوران تعرضے از برائے مقدار عدد زنان نیست" (عرف الجادی ص 111)
اسکا بھی یہی مفہوم ہے کہ آیت مذکورہ میں چار سے زائد نکاح کی ممانعت نہیں ہے بلکہ چار سے زائد شادی کر سکتے ہیں۔

قارئینِ کرام!

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ غیر مقلدین کے اکابرین اپنے عوام کو قرآن وحدیث کے نام پر دھوکہ دے کر کہاں لے جا رہے ہیں۔ دعویٰ عمل بالحدیث کا اور عمل قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔
اہل حدیث بھائیوں سے بھی گزارش ہے کہ خدارا عقل کے ناخن لیں اور ایسے مجتہدین کی بجائے اسلاف پر اعتماد کریں اسی میں دین و دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔۔۔(جاری)

مفتی رب نواز حنفی مدیر اعلیٰ مجلہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ

تین دن قربانی ،فاروق رفیع کی زبانی

غیر مقلدین عرصہ دراز سے نہ صرف چار دن قربانی کے قائل رہے بلکہ اسے حدیث کا مسئلہ قرار دے کر دوسروں کو حدیث کا مخالف کہتے چلے آئے۔ مگر موجودہ دَور کے آلِ غیر مقلدیت کے کئی مایہ ناز مصنفین نے ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دیا ہے کہ از روئے دلیل قربانی کے تین دن ہیں اور وہ حدیث ضعیف ہے جس سے چار دن قربانی کا جواز بتایا جاتا ہے۔ میری معلومات کے مطابق سب سے پہلے حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی کتابوں "علمی مقالات اور توضیح الاحکام" میں یہی بات لکھی ، پھر شیخ غلام مصطفی ظہیر صاحب نے اپنے رسالہ "السنۃ" جہلم شمارہ نمبر ۲ صفحہ ۳۵ میں اس کا اعلان کردیا۔ بندہ نے ان دونوں کی عبارات اپنے ایک مضمون "تین دن قربانی غیر مقلدین کی زبانی" میں جمع کر دی ہیں جو مجلہ صفدر نومبر ,۲۰۱۲ء میں شائع ہوا ہے۔

اب ایک اوررسالہ **"قربانی ، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ"** پڑھنے کا اتفاق ہوا جس کے مصنف فاروق رفیع صاحب غیر مقلد ہیں۔انہوں نے بھی تین دن قربانی کے مسلک کو راجح قرار دے کر چار دن کے قائل غیر مقلدوں کے مسلک کو مرجوح قرار دے دیا ہے۔ اُن کے ذکر کردہ دلائل کو پڑھنے سے پہلے مقدمہ میں لکھی گئی اُن کی درج ذیل عبارت پڑھ لیں۔

فاروق رفیع صاحب مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> "ہر مسئلہ کو قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ کے ٹھوس دلائل سے ثابت کیا گیا...نیز جن ضعیف روایات سے کمزور استدلال کیا جاتا ہے، یا غلط مسائل کو رواج دیا جاتا ہے ان روایات کا ضعف بیان کرکے غیر مشروع مسائل سے قارئین کو آگاہ کیا گیا ہے۔تاکہ متلاشیان حق کو تلاشِ حق میں سہولت ہو اور حیلے بہانوں اور کمزور دلائل کا سہارا لینے والے ناکام و نامراد رہیں۔"(قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ صفحہ ۱۷)

اس عبارت کے پیش نظر ہمیں حق بنتا ہے کہ ہم **یوں** کہیں کہ فاروق صاحب نے تین دن قربانی والے مسلک کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے اور مخالف دلیل کی کمزوری ظاہر کرکے چار دن قربانی کے قائل غیر مقلدین کو ناکام و نامراد قرار دے دیا۔

تین دن قربانی کے قائلین

جناب فاروق رفیع صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"قربانی کے تین دن(۱۰۔۱۱۔۱۲ ذوالحجہ) ہیں، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا علی،سیدنا ابن عمر، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے اور ابو حنیفہ، مالک، ثوری اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ بھی اسی مذہب کے قائل ہیں۔" (قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ صفحہ ۱۳۱)

تین دن قربانی کے دلائل

رفیع صاحب آگے "تین دن قربانی" کے دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

"دلائل: فرمان باری تعالیٰ ہے : ﴿ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فکلوا منھا واطعموا البآئس الفقیر﴾[الحج:۲۸]
اور چند معلوم دنوں میں ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انہیں دیئے ہیں، سو ان میں سے کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو کھلاؤ۔"

آگے لکھتے ہیں:

"یہ آیت واضح نص ہے کہ ایام معلومات قربانی کے دن ہیں لیکن ایام معلومات سے کتنے اور کون سے دن مراد ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایام قربانی کے متعلق کچھ اقوال منقول ہیں جن سے ایام معلومات (ایام قربانی کی تعیین ممکن ہے) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :
الایام المعلومات والمعدودات ھن جمیعھن اربعۃ ایام، فالایام المعلومات یوم النحر و یومان بعدہ والایام المعدودات ثلاثۃ ایام بعد یوم النحر
ایام معلومات اور ایام معدودات کل چار دن ہیں، چنانچہ ایام معلومات یوم النحر(دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد کے دو دن (یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذو الحجہ)ہیں۔" (قربانی ، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ صفحہ ۱۳۲)

رفیع صاحب نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کے متعلق لکھا:

"حسن : تفسیر ابن ابی حاتم : ۱۴۷۲۸۔ تفسیر ابن کثیر۔ محمد بن عجلان مدنی صدوق راوی ہے، باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح

ہے ۔"(حاشیہ قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ صفحہ ۱۳۲)

تین دن قربانی کی واضح دلیل

رفیع صاحب سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا اثر کے متعلق آگے لکھتے ہیں:

"یہ اثر واضح دلیل ہے کہ ایام معلومات (قربانی کے ایام) تین دن (۱۰، ۱۱، ۱۲ذوالحجہ) ہیں اور تیرہ ذی الحجہ کا دن ایام معدودات (تکبیرات کے ایام) میں شامل ہے ۔ معلومات (ایام قربانی) میں داخل نہیں۔ اس موقف کی تائید آئندہ اقوال صحابہ سے ہوتی ہے"(قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۲)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے :الاضحی یومان بعد یوم الاضحی عید الاضحی کے دو دن بعد تک قربانی ہے" (قربانی ، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

رفیع صاحب نے اس کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا:

"صحیح:مؤطا امام مالك، كتاب الضحايا،باب الضحية عما فى بطن المرأة وذكر الايام الاضاحى،حديث الكتاب: ۱۲۔ سنن بیهقی: ۹، ۲۹۷"(حاشیہ: قربانی ، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:النحر ثلاثة ایام قربانی تین دن ہے۔" (قربانی ،عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

حاشیہ میں اس کا یہ حوالہ دیا:

"حسن: احکام القرآن للطحاوی : ۲/۲۰۵، ۱۵۷"(حاشیہ قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"النحر یومان بعد النحر وافضلها یوم النحر یوم نحر کے بعد قربانی دو دن ہے (یعنی ۱۰۔۱۱۔ ۱۲ ذوالحجہ قربانی کے ایام ہیں)اور یوم نحر (دس ذوالحجہ) کی قربانی افضل ہے ۔ "(قربانی ، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

رفیع صاحب نے اس اثر کو نقل کرکے حاشیہ میں یوں حوالہ دیا:

"احکام القرآن للطحاوی : ۲/۲۰۵، ۱۵۷"(حاشیہ قربانی ، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ارشاد

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے :الذبح بعد النحر یومان قربانی یوم نحر کے بعد دو دن ہے" (قربانی ، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

اس کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا:

"صحیح: سنن بیہقی : ۹/۲۹۷۔ احکام القرآن للطحاوی : ۲/۲۰۶، ۱۵۷۶" (قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

چار دن قربانی کی ضعیف روایت

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول تفسیری قول کہ ایام معلومات سے مراد یوم نحر اس

کے بعد تین دن ہیں (یعنی قربانی کے چار ایام ہیں) ضعیف ہے" (قربانی ، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

پھر حاشیہ میں اس کی وجہ ضعف یوں بیان کی :

"ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم : ۱۴۷۲۷۔ اس میں حکم بن عتبہ کی تدلیس ہے" (قربانی ، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

تین دن قربانی کی قرآن سے دلیل

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"قرآن حکیم میں ایام معلومات قربانی کے ایام قرار دیئے گئے ہیں اور مذہب ثانی کے دلائل میں یہ بات بھی عیاں ہو چکی ہے کہ امام معلومات تین دن (۱۰ ۔ ۱۱ ۔ ۱۲ ذو الحجہ) ہیں" (قربانی ، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ صفحہ ۱۳۵)

ایام قربانی میں راجح مسلک

رفیع صاحب "راجح مذہب" کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں:

"تین دن قربانی کے قائلین کا مذہب راجح اور قرین صواب ہے اور مذہب ثانی کے دلائل کی رو سے اس مذہب کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔" (قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۵)

چوتھے دن قربانی کرنا ثابت نہیں

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"بعض لوگ قصداً قربانی میں تاخیر کرکے تیرہ ذو الحجہ کو ذبح کرتے ہیں اور تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ چوں کہ یہ دن بھی ایام قربانی میں شامل ہے اور اس دن لوگوں نے قربانی ترک کر دی ہے، لہٰذا ہم یہ عمل سنت متروکہ کے احیاء کی خاطر کرتے ہیں،لیکن چوتھے دن قربانی کرنا سنت سے ثابت ہی

نہیں تو متروکہ سنت کیسے ہوئی،بلکہ ایام قربانی تین دن (۱۰ ، ۱۱ ،۱۲) ذو الحجہ ہیں۔ تیرہ ذو الحجہ کا دن قربانی میں شامل ہی نہیں، جیسا کہ اس کی مفصل وضاحت (بعنوان ایام قربانی کا بیان) میں بیان ہوئی ہے۔" (قربانی ، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۹)

کتاب وسنت کی ترویج اور قرآن و سنت کی بالا دستی

فاروق رفیع صاحب مقدمہ میں لکھتے ہیں :

" اس ساری کاوش سے مقصود کتاب و سنت کی ترویج اور قرآن و سنت کی بالا دستی کے نظریے کی راہ ہموار کرنا ہے ۔" (قربانی ، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ صفحہ ۱۸)

فاروق صاحب کی اس عبارت کے مطابق کتاب و سنت کی ترویج اور قرآن و سنت کی بالا دستی میں یہ بھی شامل ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں اور چار دن قربانی والا مسلک از روئے دلیل کمزور ہے۔

اعلان:

غیر مقلدین کے ایک اور مصنف حافظ بلال صاحب نے اپنے رسالہ "قربانی کے چار دن ؟" میں تین دن قربانی والے مسلک کو مدلل بیان کیا اور چاردن والے موقف کی بھر پور تردید کی ہے۔ ان کی عبارات ہم کسی اور مضمون میں جمع کرکے احباب کی خدمت میں پیش کریں گے ان شاء اللہ۔

مولانا الیاس علی شاہ صاحب

تدفین میت کے بعد قبر کے پاس سورۃ البقرۃ کا اول و آخر پڑھنا

جس عمل کا جواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام اور ائمہ متبوعین سے صراحت کیساتھ ثابت ہو اس کو بدعت نہیں کہا جاسکتا جیسے دفن کے بعد میت کے سرہانے سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات **مفلحون** تک اور پاؤں کی طرف سورۃ بقرہ کی آخری آیات "آمن الرسول" سے ختم سورۃ تک پڑھنا یہ مستحب اور ثابت ہے۔
لیکن آج کل بعض لوگ " جن کا مقصد فتنہ پھیلانا ہے" ایسے موقع پر فساد شروع کر دیتے ہیں کہ یہ عمل خلاف سنت ہے، اور احادیث سے ثابت نہیں، اور قبرستان میں بحث شروع ہوجاتی ہے، فوتگی کے موقع پر اکثر دوریاں جو ختم ہوجایا کرتے ہیں ان فسادیوں کا فساد مزید دوریوں کا پیش خیمہ ثابت ہوجاتا ہے۔ جمہور اہل سنت(احناف جیسے علامہ قاضی خانؒ، علامہ ابن ہمامؒ، علامہ ابن نجیمؒ، علامہ ملا علی قاریؒ، علامہ شرنبلالیؒ اور علامہ شامیؒ۔ شوافع جیسے علامہ بیہقیؒ علامہ نوویؒ، علامہ ابن حجرؒ، علامہ سیوطیؒ، بلکہ صراحت کیساتھ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبل امام خلال، امام ابن قدامہ الجوہری ، علامہ ابن قدامہ المقدسی وغیرھم) اس عمل کے جواز واستحباب کے قائل ہیں۔ ان کے پاس اس عمل کے ثبوت میں احادیث بھی ہیں۔ جن کا حکم صحیح یا کم از کم حسن درجہ کی ہے۔ چنانچہ احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں!

پہلی حدیث:

(۴۹۱) حدثنا ابو اسامة عبد الله بن محمد بن ابی اسامة الحلبی، حدثنا ابی (ح)
وحدثنا ابراهیم بن دحیم الدمشقی، حدثنا ابی (ح)
وحدثنا الحسین بن اسحاق التستری، حدثنا علی ابن حجر
قالوا: حدثنا مبشر بن اسماعیل، حدثنی عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج عن ابیه قال: قال لی ابی: یابنی! اذا مت فالحدنی فاذا وضعتنی فی لحدی فقل: بسم الله وعلی ملة رسول الله، ثم سن علی التراب سنا، ثم اقرا عند راسی بفاتحة البقرة وخاتمتها، فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ذلك۔
(المعجم الکبیر للطبرانی، الجز التاسع عشر، ص220۔۔221)
ترجمہ: عبد الرحمٰن بن العلاء اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد حضرت لجلاج رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب میں مرجاؤں تو مجھے لحد میں رکھ دینا،

اور جب مجھے لحد میں رکھو تو یہ دعا پڑھنا "بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ" اور میرے سرہانے سورۃ بقرہ کا اول اور آخر پڑھنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی فرماتے سنا ہے۔

دوسری حدیث:

(۷۰۶۸) اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ، ثنا ابو العباس احمد بن یعقوب، ثنا العباس بن محمد، سالت یحیی بن معین عن القراءۃ عند القبر، فقال: حدثنا مبشر بن اسماعیل الحلبی، عن عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج عن ابیہ انہ قال لبنیہ: اذا ادخلتمونی قبری فضعونی فی اللحد وقولوا: بسم اللہ وعلی سنۃ رسول اللہ"، وسنوا علی التراب سنا، واقراعلیہ السلاموا عند راسی اول البقرۃ وخاتمتھا، فانی راعلیہ السلامیت ابن عمر یستحب ذالک۔

(السنن الکبری الجز الرابع، ص93، کتاب الجنائز، باب ما ورد فی قراۃ القرآن عند القبر/الدعوات الکبیر الجز الثانی، ص297)

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن العلاء اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ علاء بن لجلاج نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ جب تم مجھے قبر میں داخل کرو تو مجھے لحد میں رکھ دینا اور یہ دعا پڑھنا "بسم اللہ وعلی سنۃ رسول اللہ"، اور مجھ پر مٹی ڈالو اور میرے سرہانے سورۃ بقرہ کا اول اور آخر پڑھنا کیونکہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ اسے مستحب سمجھتے تھے۔

نوٹ:

پہلی روایت میں صحابی رسول حضرت لجلاج رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذلک فرما رہے ہیں اور دوسری روایت میں صحابی کا بیٹا حضرت علا بن لجلاج تابعی اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے رایت ابن عمر یستحب ذلک بھی فرمارہے ہیں۔ لہذا دونوں روایتوں میں کوئی تضاد وتعارض نہیں ۔
گویا دونوں روایتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، دو صحابی حضرت لجلاج اور عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ایک تابعی علاء بن لجلاج سے اس مسئلہ کا ثبوت مل رہا ہے۔

اعتراض:

غیر مقلدین حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ دونوں روایتوں کا مرکزی راوی عبد الرحمٰن بن العلاء ہے ۔ جس

کے متعلق علامہ البانی لکھتے ہیں کہ ابن حبانؒ کے سوا کسی نے اس کی توثیق نہیں کی اور وہ توثیق کرنے میں متساہل ہے۔

جواب:

متقدمین میں سے امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر میں، امام ترمذی نے امام ابو زرعہ رازی سے سنن ترمذی میں اور امام ابو حاتم رازی نے الجرح والتعدیل میں عبد الرحمٰن کا تذکرہ کیا ہے اور کسی قسم کی جرح نہیں کی ہے۔
امام یحیی بن معینؒ نے اس رواى کی ضمنی توثیق کر رکھی ہے کیونکہ ان کے شاگرد امام دوریؒ نے ان سے قبر کے پاس قرآن کی تلاوت کے متعلق پوچھا، تو اس نے جواز کے بارے میں عبد الرحمٰن بن العلاء کی روایت بیان کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد الرحمن بن العلاء ان کے نزدیک قابل حجت ہیں۔ ملاحظہ ہو السنن الکبری کی مذکورہ بالا روایت ۔
اورامام خلالؒ کے الفاظ یہ ہے:

وسألت يحيى بن معين فحدثني بهذا الحديث... (الامر بالمعرف والنهي عن المنكر/ كتاب القراءة عند القبور ص87)

امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اس راوی کی ضمنی توثیق کر رکھی ہے کیونکہ ان کے سامنے جب عبد الرحمن بن العلاء کی روایت امام محمد ابن قدامہ جوہری نے سنائی تو آپ نے رجوع کرکے اس کے موافق عمل کرنے کا حکم دیا۔ امام ابو بکر الخلال نے اس واقعہ کو دو سندو ں سے روایت کی ہے۔

پہلی سند:

اخبرني الحسن بن احمد الوراق، ثني علي بن موسى الحداد. وكان صدوقا، وكان ابن حماد المقرى يرشد اليه.
فاخبرني قال: كنت مع احمد حنبل في جنازة، فلما دفن الميت جلس رجل ضرير يقرا عند القبر... الخ...

دوسری سند:

واخبرنا ابو بكر بن صدقة قال: سمعت عثمان بن احمد بن ابراهيم الموصلي قال: كان ابو عبد الله احمد بن حنبل في الجنازة... الخ...

دوسری سند میں ابو بکر احمد بن عبد اللہ بن صدقۃ بغدادی ہیں، علامہ ذہبی نے ان کو الحافظ کے لقب سے یاد کیا ہے اور لکھا ہے کہ موصوف نے امام احمدؒ سے مسائل حاصل کئے ہیں اور ان سے امام خلالؒ نے استفادہ کیا ہے (تاریخ الاسلام) ان کا انتقال 293ھ کو ہوا ہے۔(طبقات الحنابلۃ)
اور عثمان بن احمد موصلیؒ کے متعلق قاضی ابو یعلی فرماتے ہیں **صحب اماما وروی عنه اشیاء**۔ کہ وہ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ رہے ہیں اور ان سے بہت سے مسائل نقل کئے ہیں۔ اس کے بعد قاضی ابویعلی نے مذکورہ قصہ بھی ان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
نیز پہلی سند میں موجود علی بن موسی الحداد نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ پہلی سند میں حسن بن احمد الوراق کو قاضی ابو یعلی نے امام خلال کا استاد قرار دیا ہے جس سے امام خلالؒ نے بہت استفادہ کیا امام حسن بن احمد الوراق کی اتنی شہرت اور تعریف کافی ہے جس سے دوسری سند کی متابعت ہوجاتی ہے۔ الغرض یہ قصہ ثابت ہے اس کو رد نہیں کیا جاسکتا۔
ضمنی توثیق کے اصول کے خود البانی اور غیر مقلدین کے دیگر شیوخ قائل ہیں۔
چنانچہ البانی مرحوم ایک راوی کے متعلق لکھتے ہیں:

و کذلك وثقه کل من صحح حدیثه اما باخراجه ایاه فی الصحیح کمسلم و ابی عوانة او بنص علی صحته کالترمذی

(الاحادیث الصحیحة الجز السابع ص16)

ترجمہ:۔ ہر اس محدث نے اس راوی کی توثیق کی ہے جس نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے یا تو صحیح کے اندر لانے سے امام مسلم اور امام ابو عوانہ کی طرح یا صحت کی تصریح کرنے سے امام ترمذی کی طرح۔

اس اصول کے طور پر درجہ ذیل حضرات نے عبد الرحمن بن لعلاء کی ضمنی توثیق کر رکھی ہے۔
1۔ امام بیہقیؒ نے دعوات الکبیر میں عبد الرحمن بن العلاء کی روایت کو حسن کہا ہے۔
ھذا موقوف حسن (الدعوات الکبیر الجز الثانی، ص297)
2۔ امام نوویؒ نے عبد الرحمن بن العلاء کی روایت کو حسن کہا ہے۔
وروینا فی سنن البیهقی باسناد حسن۔۔۔ (الاذکار النوویة ص137)
3۔ علامہ ہیثمیؒ نے عبد الرحمن بن العلاء کو ثقہ قرار دیا ہے۔
اسی قرأت والی روایت کے متعلق فرماتے ہیں:
رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون۔۔۔ (مجمع الزوائد الجز الثالث ص124 رقم:4243)
اور دوسرے مقام پر عبد الرحمن بن العلاء کی ایک طبرانی والی روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

رواہ الطبرانی وفیہ المعلی بن الولید ولم اعرفہ، وبقیۃ رجالہ ثقات۔۔ (مجمع الزوائد الجز الخامس ص23 رقم 7961)

4۔ علامہ منذریؒ نے بھی عبد الرحمن بن العلاء کی طبرانی والی ایک روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

رواہ الطبرانی بأسناد لا بأس بہ۔۔۔ (الترھیب والترغیب الجز الثالث ص101 رقم 13)

5۔ علامہ شمس الدین محمد بن مفلح المقدسیؒ نے بھی عبد الرحمن بن لعلاء والی روایت کی تصحیح کر رکھی ہے۔

وصح عن ابن عمر۔۔۔ (کتاب الفروع الجز الثالث ص420 کتاب الجنائز)

6۔ علامہ ابن حجر نے امام بیہقی کی سند کی تخریج کرتے ہوئے عبد الرحمن بن العلاء کی روایت کو حسن کہا ہے۔

ھذا موقوف حسن۔۔۔ (نتائج الافکار، الجزء الرابع، ص426/ الفتوحات الربانیۃ لمحمد علی بن محمد علان الجز الرابع ص136)

اعتراض:

البانی لکھتا ہے کہ علامہ ابن حجر کا اسے حسن قرار دینا غلط ہے کیونکہ اس نے عبد الرحمن بن العلاء کو تقریب التھذیب میں مقبول کہا ہے جس کی روایت تب حسن ہوگی جب اس کی متابعت کی گئی ہو ورنہ راوی لین الحدیث ہوگا۔

جواب:۔

حافظ ابن حجرؒ نے خود اس راوی کو مقبول کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خود اس نے اس راوی کے روایتوں کے جائزہ لیا ہے اور اس کو مقبول قرار دیا ہے۔ حافظ بن حجر کے اصول کے مطابق عبد الرحمن بن العلاء مقبول درجہ کا راوی ہے گویا ان کی تحقیق میں اس حدیث کی متابع موجود ہے۔ اس لئے اس نے صراحت کے ساتھ اس کی روایت کی تحسین کر دی ہے۔

خود عملی طور پر جب ہم دیکھیں تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی فرموع روایت اس کے لئے متابع ہے، اصولی طورپر اگرچہ یہ شاہد بنے گی مگر ایک تو متابع پر شاہد اور شاہد پر متابع کا اطلاق ہوتا اور دوم یہ کہ متابع اور شاہد دونوں سے مقصود ایک ہے کہ اس کے ذریعے تقویت حاصل ہوتی۔

چنانچہ علامہ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

وقد تطلق المتابعۃ علی الشاھد، وبالعکس ولامر فیہ سھل (نزھۃ النظر)

ترجمہ: کبھی متابعت پر شاہد اور کبھی اس برعکس اطلاق ہوتا، اور اس میں فیصلہ آسان ہے۔

عبد اللہ بن عمر کی فرموع حدیث کو امام خلالؒ، امام طبرانیؒ اور امام بیہقیؒ نے روایت کی ہے۔

امام خلالؒ فرماتے ہیں:

واخبرنی العباس بن محمد بن احمد بن عبد الکریم، قال: حدثنی ابو شعیب عبد اللہ بن الحسین بن احمد بن شعیب الحرانی من کتابہ، قال: حدثنی یحیی بن عبد اللہ الضحاك البابلتی، حدثنا ایوب بن نهیك الحلبی الزهری مولی آل سعد بن ابی وقاص قال: سمعت عطاء بن ابی رباح المکی، قال سمعت ابن عمر، قال: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: اذا مات احد کم فلا تحبسوہ، واسرعوا بہ الی قبرہ، ولیقرا عند راسہ بفاتحة البقرة، وعند رجلیہ بخاتمتها فی قبرہ..
(الامر بالمعروف والنھی عن المنکر ص88 و کتاب القراءۃ عند القبور ص2)

اس روایت کی سند ضعیف ہے لیکن علامہ ابن حجر نے پھر بھی اس کو حسن قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کا متابع یعنی شاہد عبد الرحمن بن لعلاء کی روایت موجود ہے۔

ویؤیدہ حدیث ابن عمر: سمعت رسول اللہ اذا مات احد کم فلا تحبسوہ، واسرعوا بہ الی قبرہ،
اخرجه الطبرانی باسناد حسن۔
(فتح الباری الجز الثالث ص184، باب السرعة بالجنازة)

غیر مقلدین کے پاس قبرستان میں تلاوت کی حرمت پر کوئی صریح حدیث نہیں وہ ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو محض احتمال کے درجے میں ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لاتجعلوا بیوتکم مقابرا، فان الشیطان یفر من البیت الذی یقرا فیہ سورۃ البقرۃ:
یعنی تم اپنے گھروں سے قبرستان مت بناو کیونکہ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس طرح میں سورۃ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہے۔

اس حدیث کا صاف مطلب یہ ہے کہ اپنے گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہئے قبرستان مت بناو جو اموت کی رہنے کی جگہ ہے جہاں اموات کو تلاوت کا کوئی شرعی حکم ہے نہ وہ تکلیفی طور پر تلاوت کرتے ہیں۔
ہاں اس میں جانب مخالف کا فقط احتمال ہے جو مراد ہو بھی سکتا اور نہیں بھی یعنی قبرستان میں تلاوت نہ کرو، یہ منطوق کے درجے میں نہیں محض احتمال ہے اور اس احتمال کے مراد ہونے پر کوئی خارجی دلیل ہے نہیں البتہ جمہور اہل سنت کے دلائل سے معلوم ہوا ہے یہ احتمال ہر گز مراد نہیں ہوسکتا۔

غیر مقلدین اس احتمال کے مراد لینے کے لئے امام بخاری کے ایک استدلال پر قیاس کرتے ہیں جو نماز کے بارے میں ہے۔
چنانچہ امام بخاریؒ نے کراھیۃ الصلواۃ فی المقابر باب قائم کرکے اس پر حدیث صلوا فی بیوتکم، ولا تتخذوھا قبورا سے استدلال کیا ہے۔ لیکن غیر مقلدین کا یہ قیاس مع الفارق ہے۔
اولاً: اس لئے کہ یہاں بھی یہ احتمال ہے کہ قبرستان میں نماز کی ممانعت مراد ہو یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مراد نہ ہو۔
ثانیاً: یہاں اس حدیث میں ممانعت مراد لینے کی تائید دوسری صریح حدیث سے ہوتی ہے جو ترمذی اور ابوداود میں موجود ہے اور بقول علامہ ابن حجر امام بخاریؒ نے اس استدلال میں اس صریح حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے الارض کلھا مسجد الا مقبرۃ والحمام۔
تو غیر مقلدین کا استدلال ممانعت تلاوت کے باب میں حدیث سے احتمال کے درجے میں ہے جو اہل سنت کے دلائل کیوجہ سے مراد نہیں ہوسکتا۔ اور امام بخاریؒ کا استدلال ممانعت صلاۃ کے باب حدیث سے احتمال کے درجے میں ہے مگر دوسری صریح دلیل سے یہ احتمال قوت پاتا ہے۔ واللہ اعلم

ہمارے چند دیگر کتب ورسائل

ناشر: نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور